باسمہ تعالی

لفظ صحابی کی لغوی واصطلاحی تعریف، صحابہ کی شان، عظمت و تقدس،
ان کی عدالت و ثقاہت کی حقیقت، مشاجرات صحابہ میں جمہور ائمہ
کا نقطۂ نظر، اصحاب رسول کی تنقید، تنقیص و تجریح کی حرمت پر
اجماع امت جیسے مضامین پہ فاضلانہ و محققانہ بحث

بقلم :

حضرت مولانا مفتی شکیل منصور القاسمی مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث و مفتی سورینام ساؤتھ امریکہ)

معاون مرتب:

جناب مفتی محمد شاہ نواز قاسمی بلیاوی

ناشر:

مکتبۂ احسان لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: اصحاب رسول ﷺ۔

مؤلف: حضرت مولانا مفتی شکیل منصور القاسمی مدظلہ العالی
(شیخ الحدیث و مفتی سورینام ساؤتھ امریکہ)

ترتیب و ترجمہ: جناب مفتی شاہ نواز صاحب قاسمی بلیاوی

سرورق و سیٹنگ: شعبۂ کمپیوٹر، دارالعلوم آزاد نگر، کشن گنج، بہار۔

ناشر: مکتبہ احسان لکھنؤ

سنہ طباعت: ربیع الاول ۱۴۴۰ھ نومبر ۲۰۱۸ء

تعداد: (۱۰۰۰)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنہائے گفتنی

بلا تفریق رسول اللہ ﷺ کے سارے صحابہ آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ان کے ہر ہر فرد کی اجتماعی وانفرادی کردار واعمال فرزندان توحید کے لیے تاقیامت مشعل راہ ہیں۔ ان کے عقائد و ایمان ، دیانت و تقوی، صدق واخلاص کی سند خود رب العالمین نے قرآن پاک میں دی ہے۔

وہ انبیا کی طرح اگرچہ معصوم نہیں تھے؛لیکن بر بنائے بشریت اجتہادی واضطراری جو غلطیاں ان سے ہوئیں ، رب کریم نے سب پر معافی کا قلم پھیر کر علی الاطلاق سب کو اپنی رضا کا پروانہ '' رَضی اللہ عنھم '' عطا کر دیا۔ بر گزیدہ، پاکباز، پاک طینت، وفا شعار و جان نثار یہی وہ جماعت ہے جن کے ذریعہ ہم تک قرآن وسنت اور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پہونچی۔ انھی کے ذریعے اسلام کا تعارف ہوا، انھی کے سینوں میں کلام الٰہی محفوظ ہو کر ہم تک پہونچا۔ اگر تنقید و تنقیص کے ذریعہ انھیں غیر معتبر قرار دے دیا گیا تو پھر اسلام کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی، نہ قرآن معتبر بچے گا نہ سنت طیبہ پہ اعتبار ووثوق باقی رہے گا۔ اللہ تعالی نے ان کے ایمان کی پختگی، اعمال

کے صلاح، اتباع سنت، تقوی وطہارت کی سند دی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی زبانی انھیں چراغ راہ اور نجوم ہدایت قرار دے کران کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔

اسی لیے امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ صحابہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کے سب ثقہ، عادل، قابل اعتبار واستناد ہیں۔ ان کی ثقاہت وعدالت پر نصوص قطعیہ موجود ہیں، بلا چوں وچرا ان کی ثقاہت کو ماننا ضروری ہے۔ کوئی ایک صحابی بھی فسق سے آلودہ نہیں ہو سکتا، ان کے آپسی اختلافات اور بشری خطاؤں اور چپقلشوں پر کف لسان کرنا باجماع امت واجب وضروری ہے۔ روایت حدیث ہی کی طرح عام معاملات زندگی میں بھی ان کی عدالت کی تفتیش یا ان کی کسی خبر پر گرفت جائز نہیں۔ ابتدا سے ہی روافض، شیعہ امامیہ اور سبائیوں نے بعض اصحاب رسول کے خلاف اپنے دل کی کالک سے تاریخ کے صفحات سیاہ کیے ہیں۔

غضب تو یہ ہوا کہ حال ہی میں لکھنو کے ایک مشہور حسینی ندوی عالم دین نے بھی اصحاب رسول کے عنوان سے سولہ صفحات کا ایک نہایت خطرناک رسالہ شائع کر دیا اور اس میں وہی سب گھسی پٹی بے بنیاد اور پھس پھسی باتیں دہرائی ہیں جو شیعہ صدیوں سے کہتے چلے آئے ہیں۔ اس رسالہ کے منظر عام پہ آنے کے بعد اصحاب رسول سے محبت کرنے والوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا، لوگ پریشان ہو گئے۔

مختلف اہل علم نے اپنے اپنے انداز واسلوب میں اس زہریلے رسالے کا مدلل اور بڑا ہی تشفی بخش رد لکھا، ہندوستان کے متعدد اکابر علما اور مخلص احباب نے اس عاجز سے بھی اس کا مثبت علمی جائزہ لینے کی درخواست کی۔ زیر نظر رسالہ ''اصحاب رسول'' انہی

منحرف افکار اور گم راہ کن غلط فہمیوں کا شافی ازالہ ہے، جو اصحاب رسول کے خلاف پیدا کر ان سے عوام الناس کو بد ظن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ میرا مفصل مضمون ہے کوئی با قاعدہ تصنیف نہیں۔ قلت حجم کے باعث بہت ساری باتیں ذکر کرنے سے رہ گئی ہیں؛ لیکن جتنا کچھ بھی سپرد قرطاس کر دیا گیا ہے وہ بحمد اللہ کافی وافی ہے۔ رسالے کے بعض طویل عربی حوالجات کی اردو ترجمانی اور تصحیح وتعدیل کا کام، عزیز گرامی قدر مفتی محمد شاہنواز قاسمی بیگوسرائیوی (حال مقیم کویت) نے انجام دیا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی مفتی صاحب موصوف کو اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے اور ناموس صحابہ کے تحفظ کے حوالے سے ہماری یہ حقیر سی کوشش قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنادے۔

اللهم ارزقني حبك وحب من يحبك يا رب العالمين

شکیل منصور قاسمی بیگوسرائیوی

۲؍ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

muftishakeelahmad@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لغویین کے نزدیک صحابی کی تعریف

صحِبَ یَصحَب، صَحابةً وصُحبةً: ساتھ رہنا۔الصحبة اور الصحابة (مصدر) کی لغوی حقیقت واصلی مفہوم دو چیزوں کے مابین اتصال اور لقاء ہے۔ جب کوئی کسی سے ملے تو ملنے والے کو ''صاحب'' یا ''صحابی'' کہتے ہیں۔ جس کی جمع ''أصحاب'' اور ''صَحابة'' آتی ہے۔

ملنے کی زمانی مقدار حقیقت لغویہ سے خارج ہے، معمولی لمحے کے لیے ملنے والے کو بھی لغوی اعتبار سے ''صاحب'' کہیں گے۔ جیسے: مطلق مارنے والے کو ''ضارب'' کہتے ہیں، خواہ تھوڑا مارے یا زیادہ۔ اسی طرح مطلق ملاقات کرنے والے کو صاحب کہیں گے۔ ملنے کی زمانی مقدار کو لازم کرنا لفظ کی لغوی حقیقت میں زیادتی کرنا ہے۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب الکفایہ فی علم الروایہ میں ابو بکر باقلانی کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

ارباب لغت کے نزدیک اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ لفظ صحابی ''صحبة'' سے ماخوذ ہے۔ اس لفظ کے ذریعے رفاقت کی کوئی مخصوص مقدار مراد نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کا اطلاق ہر ایسے شخص پر ہوتا ہے جس نے زندگی کا کوئی مختصر یا طویل دورانیہ کسی کی رفاقت میں گزارا ہو۔ اہل عرب کے ہاں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں جیسے: صَحِبْتُ فلانًا

حولًا، ودهرًا، وسنةً، وشهرًا، ويومًا، وساعةً: یعنی میں نے فلاں کی معیت میں ایک زمانہ، سال، ماہ، دن اور ایک لمحہ گزارا۔ اس لیے لغوی طور پر صحابیت کے دائرے میں ہر اس فرد کو شامل کیا جائے گا، جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی رفاقت میں قلیل یا کثیر وقت کے فرق کے بغیر اپنی زندگی کا کوئی مختصر حصہ صرف کیا ہو[1]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اصحاب لفظ صاحب کی جمع ہے اور یہ صحب یصحب سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اس سے زمانی تفاوت کا لحاظ کیے بغیر تھوڑی یا زیادہ رفاقت مراد ہوتی ہے[2]۔

لسان العرب میں مرقوم ہے:

---

١) كما حكاه الخطيب البغدادى في '' الكفاية '' ص: (١٠٠) :'' لاَ خِلاَفَ بَيْنَ أَهْلِ اللُّغَةِ فِي أَنَّ الْقَوْلَ صَحَابِيٌّ مُشْتَقٌّ مِنَ الصُّحْبَةِ، وَأَنَّهُ لَيْسَ بِمُشْتَقٍّ مِنْ قَدْرٍ مِنْهَا مَخْصُوصٍ، بَلْ هُوَ جَارٍ عَلَى كُلِّ مَنْ صَحِبَ غَيْرَهُ، قَلِيلاً كَانَ أَوْ كَثِيرًا. وَكَذَلِكَ يُقَالُ: صَحِبْتُ فُلاَنًا حَوْلاً وَدَهْرًا وَسَنَةً وَشَهْرًا وَيَوْمًا وَسَاعَةً، فَيُوقَعُ اسْمُ الْمُصَاحَبَةِ بِقَلِيلِ مَا يَقَعُ مِنْهَا وَكَثِيرِهِ، وَذَلِكَ يُوجِبُ فِي حُكْمِ اللُّغَةِ إِجْرَاءَ هَذَا عَلَى مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، كثيرًا ''.

٢) '' والأصحاب جمع صاحب، والصاحب اسم فاعل من صحبه يصحبه، وذلك يقع على قليل الصحبه وكثيرها ''الصارم المسلول ص: ٥٧٥.

صحابہ لغت میں صَحِبَ سے مشتق ہے اس کے معنی لغت میں ہیں: کسی کو رفاقت کی دعوت دینا، ہم نشین ہونا۔ یعنی جو کوئی کسی کی معیت اختیار کرے اسے صحبت سے تعبیر کرتے ہیں(۱)۔

حضرات علما کے صحابی کی اصطلاحی تعریف میں اگرچہ چھ مختلف نقطہائے نظر ہیں۔ لیکن مرکزی موقف دو ہیں: ایک محدثین کا موقف ہے اور دوسرا اصولیین کا۔

محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف

حضرات محدثین نے لفظ کی لغوی حقیقت کی رعایت کرتے ہوئے لفظ صحابی کی جو شرعی تعریف کی ہے وہ اپنے جلو میں کافی وسعت و جامعیت رکھتی ہے:

خطیب بغدادی اور ابنِ جماعہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے صحابی کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَآهُ، فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ، لَهُ مِنَ الصُّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ.

---

۱) ” الصحابة في اللغة: يقال صحب أي دعاه إلى الصحبة ولازمه، وكل شيء لازم شيئًا فقد استصحبه “. لسان العرب ۱/۵۱۹.

ہر وہ شخص جس نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو، ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) آپ ﷺ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔ اسے اسی قدر شرفِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی[1]۔

امام بخاری صحابی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ[2].

مسلمانوں میں سے جس نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط آپ ﷺ کو دیکھا ہو، وہ شخص آپ ﷺ کا صحابی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے صحابی کی درج ذیل تعریف کی ہے جو بہت جامع ومانع اور اہل علم کے ہاں مقبول اور راجح ہے:

وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم مُؤمِنًا بِهِ، وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ:

---

۱) '' الخطيب البغدادى، الكفاية في علم الرواية، ۱: ۵۱، المدينة المنورة، سعودى عرب: المكتبة العلمية ابن جماعة، المنهل الروي، ۱: ۱۱۱، دمشق، شام: دار الفكر ''.

۲)'' الإمام البخاري، الصحيح، كتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ۳: ۱۳۳۵، دار ابن كثير اليمامة، بيروت ''.

صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہو گیا تھا۔ (مگر وفات سے پہلے مسلمان ہو گیا)۔

ابن حجر عسقلانی مذکورہ تعریف کی وضاحت میں لکھتے ہیں: لقاء سے مراد (ایسی ملاقات) ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دوسرے تک پہنچنے سے حاصل ہوئی ہو۔ اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں صرف کسی مسلمان کا آپ ﷺ تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دوسرے کو بنفسہ یا بغیرہ دیکھنا داخل ہے[1]۔

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا جس نے حالت ایمان میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور اس کا خاتمہ بالایمان ہوا تو وہ صحابی کہلاتا ہے۔

امام بدر الدین الزرکشی کا بھی یہی کہنا ہے:

اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ صحابی ہر ایسے شخص کو کہا جائے گا، جس نے بحالت ایمان و یقین حضور اکرم ﷺ سے گو مختصر دورانیے میں شرف ملاقات حاصل کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث شریف نقل کی ہو یا نہیں؛ اس لیے کہ لغت سے

---

۱) ’’وَالْمُرَادُ بِـاللِّقَـاءِ: مَـا هُوَ أَعَمُّ: مِنَ الْمُجَالَسَـةِ، وَالْمُمَاشَـاةِ، وَوَصُـولِ أَحَدِهِمَا إِلَى الآخَرِ، وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ، وَيَدْخُلُ فِيهِ رُؤْيَةُ أَحَدِهِمَا الآخَرَ، سَـوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ بِنَفْسِـهِ أَو بِغَيْرِهِ‘‘. العسقلاني، نزهة النظر بشرح نخبة الفكر: ٦٤، القاهرة، مصر: مكتبة التراث الإسلامي.

صحبت کا یہی مفہوم مترشح ہوتا ہے، اگرچہ عرفی طور پر صحابیت کے لیے طویل صحبت ضروری ہوتی ہے جیسا کہ علمائے اصولیین کا مذہب ہے؛ مگر محدثین کرام نے صحابہ کی تعریف کی بابت حضور اکرم ﷺ کی معجزانہ صحبت کا شرف حاصل کرنے کے لیے نہایت توسع سے کام لیا ہے[۱]۔

علامہ ابن حزم ظاہری کہتے ہیں:

صحابہ -رضی اللہ عنہم- ایسی قدسی نفوس انسانی مجموعے کو کہتے ہیں: جنھوں نے حضور ﷺ کی صحبت گو تھوڑے وقفے کے لیے پائی ہو اور حضور ﷺ سے ایک لفظ یا زیادہ گوش گزار کیا ہو یا بحالت ہوش و حواس حضور ﷺ کے کسی ادنی واقعے کا مشاہدہ کیا ہو۔

امام بخاری کے استاذ علی ابن المدینی رحمہما اللہ کا بھی موقف یہی ہے:

---

۱) ’’ "ذهب الأكثرون إلى أن الصحابي من اجتمع - مؤمنًا - بسيّدنا محمد - ﷺ- وصحبه *ولو ساعة* ، روى عنه أو لا ؛ لأن اللغة تقتضي ذلك، وإن كان العرف يقتضي طول الصحبة وكثرتها وهو ما ذهب إليه جمهور الأصوليين، أما عند أصحاب الحديث فيتوسعون في تعريفهم لشرف منزلة النبي - صلى الله عليه وسلم -‘‘. البحر المحيط في أصول الفقه ٣٠١/٤ ، ٣٤٩).

جس نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت پائی یا مختصر وقفے کے لیے آپ کی دید سے شرف یاب ہوا، وہ آغوش نبوت کے پروردہ اور درس گاہ نبوی کے تربیت یافتہ صحابہ کے مجموعے میں شامل ہوگا[۱]۔

علامہ ابن حزم کہتے ہیں: صحابہ (رضی اللہ عنہم) وہ حضرات ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی اختیار کی، اگرچہ تھوڑی دیر ہو، کم سے کم ایک بول سنا ہو، یا رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کا مشاہدہ کر کے ذہن نشیں کر لیا ہو[۲]۔

حافظ ابن حجر، سیوطی، نووی، سخاوی، ابن تیمیہ، آمدی، ابن حاجب اور جمہور محدثین کا مذہب بھی یہی ہے[۳]۔

اصولیین کے نزدیک صحابی کی تعریف

حضرات اصولیین نے لفظ کی لغوی حقیقت سے زیادہ عرف کو ملحوظ رکھا اور صحابی کی تعریف کے ذیل میں محض حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کو کافی نہیں سمجھا؛

---

١) '' من صحب النبي صلى الله عليه وسلم أو رآه ولو ساعة من نهار فهو من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم''. فتح الباري (٥/٧).

٢) '' فأما الصحابة – رضي الله عنهم – فهم كل من جالس النبي – صلى الله عليه وسلم – ولو ساعةً ، وسمع منه ولو كلمةً فما فوقها ، أو شاهد منه عليه السلام أمراً يعيه ''. الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم ٨٦/٥).

٣) الإصابة (١/١٠ – ١٢). ونزهة النظر ص:(٥١، ٥٢). مقدمة النووي على صحيح مسلم، ص: ٣٩. تدريب الراوي (٢١٦/٢).

بل کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بار بار آنے اور احادیث سننے کی شرط لگاتے ہوئے رؤیت کو عام اور صحابیت کو خاص قرار دیا، اس لحاظ سے ان کے نزدیک صحابی وہی ہوگا جس نے ایمان اور بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو، صحبت نبوی سے لمبے زمانہ تک فیض یاب ہوا ہو، مجلس نبوی کا بار بار حاضر باش ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنی ہو اگرچہ دوسروں سے روایت نہ کی ہو۔اور پھر ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو۔ یہ علمائے اصولیین کا مذہب ہے[1]۔

سعید بن مسیب سے بھی ایک ضعیف اور غیر ثابت روایت میں تقریباً اسی مفہوم کی روایت منقول ہے[2]: صحابہ انسانوں کی ایسی نسل کو کہتے ہیں: جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغوش میں سال دو سال پرورش پائی ہو اور آپ کے جلو میں ایک یا دو غزوے میں شرکت کی سعادت حاصل کی ہو۔

فقہائے اصولیین کے قول کی بنیاد درج ذیل ہے:

---

١) راجع: من لقي النبي صلى الله عليه وسلم يقظةً مؤمنًا به على سبيل التتبع له، والأخذ عنه، وإن لم يرو عنه شيئًا، ومات على الإيمان (صحبة رسول الله في الكتاب والسنة ص :٦٢. مقدمة إبن الصلاح ، النوع التاسع والثلاثون ، ص ١٤٦) . الإحكام للآمدى ٨٤/٢ ، ٨٥ وابن عبد الشكور في فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت فواتح الرحموت ٢/ ١٥٨ ، والزركشي في البحر المحيط ٣٠٢/٤، ٣٠٥).

٢) وقال سعيد بن المسيب: "الصحابة لا نعدهم إلا من أقام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة أو سنتين وغزا معه غزوة أو غزوتين ". الكفاية (٦٨-٦٩) وانظر أيضًا أسد الغابة (١٨/١).

(۱) : استعمال وعرف۔ کیوں کہ عرف عام میں ﷺ کو صرف ایک نظر دیکھ لینے والے کو صحابی نہیں کہا جاتا ہے؛ بلکہ صحابی ہونے کے لیے صحبت اور طویل ہم نشینی ضروری ہے۔

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو ایک نظر دیکھنے والوں سے صحابی ہونے کی نفی کی ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ (بصرہ میں) آپ کے علاوہ بھی کوئی صحابی رسول زندہ بچا ہے؟ جواب دیا: ہاں، کچھ بدو ہیں جنھوں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہے، صحابہ میں میرے علاوہ اور کوئی موجود نہیں[۱]۔

(۳) حضرت خالد بن ولید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ مبشرہ میں شامل صحابی حضرت عبد الرحمن بن عوف کو برا بھلا کہنے سے منع کیا اور انہیں (عبد الرحمن بن عوف) "اصحابی" کے خطاب سے نوازا۔ جس سے واضح ہے کہ صحابی کا اطلاق ہر کسی پہ نہیں ہو سکتا؛ بلکہ اس کے لیے طویل ہم نشینی اور استفادہ ضروری ہے[۲]۔

---

۱) أتيتُ أنسَ ابن مالِكٍ فقُلتُ هل بقيَ من أصحابِ رسولِ الله صلَّى اللهُ علَيهِ وسلَّمَ أحدٌ غيرُكَ قالَ بقيَ ناسٌ منَ الأَعرابِ قد رأوهُ فأمَّا مَنْ صَحِبَه فلا. الراوي: موسى السيلاني المحدث: العراقي - المصدر: التقييد والإيضاح - الصفحة أو الرقم: (٢٩٩). خلاصة حكم المحدث: إسناده جيد. التخريج : لم نجده مسندًا، لكن ذكره العراقي في ((التقييد والإيضاح)) (ص٢٩٩). و فتح المغيث، ص: (١١٠) .

٢) روى البخاري (٣٣٩٧) ومسلم (٤٦١١) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخدري قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ـ صلَّى الله عليه وسلَّم ـ: «لاَ تَسُبُّوا أَصْحَابِي؛ فَإِنَّ

محدثین کی تعریفِ صحابی کی بنیاد

(۱)لفظ کی لغوی حقیقت یہی ہے کہ ایک لمحہ دیکھنے اور چند قدم ساتھ چلنے والے پر بھی ''صاحب''اور ''صحابی''کا اطلاق درست ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ جب تک کوئی شرعی مانع نہ ہو کسی بھی لفظ کی حقیقت شرعیہ اس کی حقیت لغویہ سے جدا نہیں ہو سکتی۔ یہاں حقیقت لغویہ کو مہجور کرنے کا کوئی صارف نہیں ،اگراس بابت محض عرف کی وجہ سے اصطلاحات قائم کر لیے جائیں تو پھر صحابی کی کوئی ایک تعریف قائم ودائم نہیں رہ سکتی؛کیوں کہ عرف ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔

(۲)حافظ ابن حجر عسقلانی نے صحیح سند سے یہ روایت نقل کی ہے :

نبیح عنزی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہم لوگ مجلس میں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرر ہے تھے۔کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آڑے ہاتھوں لیااور تنقید کے تیر برسائے۔ یہ سن کر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ صحبت میں ساتھ رہتے تھے اور انوار

أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيفَهُ».

رسالت براہ راست ہمارے سینوں پر پڑتے تھے۔ ایک دفعہ ہم لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھے کہ چند گھر والوں کے درمیان ہمارا قیام ہوا جن میں ایک حاملہ عورت تھی۔ ہمارے ساتھ ایک بدو تھا، جس نے حاملہ عورت سے کہا: کیا تو بیٹا جننا پسند کرتی ہے؟ عورت نے کہا: ہاں۔ بدو نے کہا: اگر تم نے مجھے بکری بخشش کی تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ چنانچہ اس عورت نے بکری عطا کردی، ہدیہ پاکر بدو نے عورت کی ستائش میں چند قافیہ بند اشعار کہے، پھر بدو نے بکری ذبح کر کھانا تیار کیا، ہم لوگ بشمول ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے کھانا کھارہے تھے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واقعے کا علم ہوا، آپ نے فورا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور جاکر سارا نوش کردہ کھانے کی قے کردی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کچھ مدت کے بعد میں نے اُس بدو کو دیکھا کہ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بدگوئی کے جرم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا: اگر اس بدو کو بستانِ نبوت کے مہکتے پھول کی خوشبو اور آفتابِ رسالت کی چمکیلی شعاع میسر نہ ہوتی تو میں صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کی پاداش میں اِسے کڑی سزا دیتا[١]۔

---

١) عن نبيح العنزي، عن أبي سعيد الخدري قال: كنا عنده وهو متكئ فذكرنا علياً ومعاوية، فتناول رجل معاوية فاستوى أبو سعيد الخدري جالساً ثم قال: كنا ننزل رفاقاً مع رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فكنا في رفقة أبو بكر، فنزلنا على أهل أبيات وفيهم امرأة حبلى، ومعنا رجل من أهل البادية، فقال: للمرأة الحامل: أيسرك أن تلدي غلاماً؟ ، قالت: نعم، قال: إن

اس میں قابل غور پہلو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بدوی صحابی کو محض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف زیارت کی وجہ سے برا بھلا کہنے سے رک گئے اور انھوں نے رؤیت محضہ پر صحابی ہونے کا اطلاق فرمایا۔ حالانکہ اس بدوی صحابی کو حضور اکرم ﷺ کی طویل صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

(۳) ایمان کی حالت میں صرف ایک نظر دیدار نبوی کرنے والوں کے لئے بشارت سنائی گئی ہے: مژدہ ہے ان لوگوں کے لیے جو مجھے دیکھے اور مجھ پر ایمان لائے(۱)۔

(۴) صحیحین کی روایت میں صرف رؤیت پر اصحاب رسول ہونے کا اطلاق کیا گیا ہے۔

أعطيتني شاة ولدت غلاماً، فأعطته فسجع لها أسجاعاً، ثم عمد إلى الشاة فذبحها وطبخها وجلسنا نأكل منها، ومعنا أبو بكر، فلما علم بالقصة قام فتقيأ كل شيء أكل، قال: ثم رأيت ذلك البدوي أتي به عمر بن الخطاب وقد هجا الأنصار، فقال لهم عمر: لولا أنه له صحبة من رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ما أدري ما نال فيها لكفيتكموه، ولكن له صحبه من رسول الله – صلى الله عليه وسلم –. الإصابة لابن حجر ج :(١ ص ١٦٤).

١) طُوبى لمنْ رآنِي و آمنَ بِي، و طُوبى لمنْ رأى منْ رآنِي، و لمنْ رأَى منْ رآني و آمنَ بِي. الراوي: عبدالله بن بسر المازني المحدث: السيوطي – المصدر: الجامع الصغير – الصفحة أو الرقم: (٥٢٨٦). خلاصة حكم المحدث: صحيح.

شیخین نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے (یہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا آئے گا جب لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی، اُن سے کہا جائے گا: کیا تمھارے درمیان ایسا کوئی شخص موجود ہے جس نے دیدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہو؟ وہ لوگ کہیں گے: جی ہاں۔ پھر ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک گروہ جہاد کرے گا، اس سے کہا جائے گا: کیا آپ لوگوں کے مابین ایسا کوئی موجود ہے جسے صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار حاصل ہو، لوگ کہیں گے: جی ہاں، ان کے ہاتھوں بھی فتح نصیب ہوگی۔ پھر کہا جائے گا: کیا تمھارے درمیان ایسا کوئی شخص ہے جس نے صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا دیدار کیا ہو؟ لوگ کہیں گے: جی ہاں، ان کو بھی فتح نصیب ہوگی[1]۔

---

۱) ''روى الشيخان واللفظ لمسلم عن أبي سعيد رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «يأتي على الناس زمان يغزو فئام (جماعة) من الناس. فيقال لهم: فيكم من رأى رسول الله صلى عليه وسلم؟ فيقولون: نعم! فيفتح لهم. ثم يغزو فئام من الناس، فيقال لهم: فيكم من رأى من صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم! فيفتح لهم. ثم يغزو فئام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من رأى من صحب من صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم! فيفتح لهم». صحيح البخارى برقم (٢٨٩٧): كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب النبي . ومسلم (٢٥٣٢): كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة.

اس میں مسلم شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ صرف رؤیت نبویہ کی وجہ سے لوگ مجاہدین اسلام کے لیے اپنے شہروں کے دروازے کھول دیں گے۔ بخاری کی روایت میں اسی رؤیت پہ صحابی کا اطلاق ہوا ہے۔

حضرت انس بن مالک کے قول کی حقیقت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو ایک سوال میں بصرہ میں اپنے علاوہ دیگر اصحاب رسول کی بقا کی نفی کی تھی تو ان کی نفی عام نہیں بلکہ خاص تھی، مطلب یہ تھا کہ میرے علاوہ اس وقت شہر بصرہ میں خصوصی صحبت یافتہ صحابی موجود نہیں، مطلق صحابی کی نفی ان کی مراد بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے چھ سال بعد تک صحابی رسول حضرت محمود بن الربیع زندہ رہے۔ اور وہ بچپن ہی سے صحبت رسول سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ بخاری شریف میں ان کے بچپن کی عمر ہی کا ایک واقعہ یوں مذکور ہوا ہے:

ترجمہ: اسحاق، یعقوب بن ابراہیم، ابراہیم، ابن شہاب، محمودؓ بن ربیع انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ یاد ہیں اور وہ کلی بھی یاد ہے جو میرے چہرے پر آپ ﷺ نے ہمارے گھر کے کنوئیں سے لے کر کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری کو جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے کہتے ہوئے سنا کہ میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھاتا تھا اور میرے درمیان اور ان کے درمیان ایک وادی حائل تھی اور جب بارش ہوتی تو میرے لئے ان کی مسجد کی طرف راستہ طے کر کے جانا دشوار ہوتا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ

میری نگاہ کمزور ہے اور وادی جو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حائل ہے جب بارش ہوتی ہے تو مجھ پر دشوار ہوتا ہے کہ راستہ طے کرکے وہاں پہنچوں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ آئیں اور میرے مکان میں ایک جگہ پر نماز پڑھ لیں کہ میں اس کو نماز کی جگہ بنالوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ چنانچہ صبح کے وقت میرے پاس نبی کریم ﷺ اور ابو بکرؓ پہنچے جب کہ دھوپ تیز ہو چکی تھی پھر رسول اللہ ﷺ نے اجازت چاہی تو میں نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی، آپ ﷺ ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ فرمایا تم اپنے گھر میں کون سی جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں نماز پڑھنا پسند کرتا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف قائم کی پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا اور جب آپ ﷺ سلام پھیر چکے تو میں آپ ﷺ کو خزیرۃ (ایک قسم کا کھانا) پر روکا، جو آپ ﷺ کیلئے تیار کر لیا گیا تھا۔ جب دوسرے گھر والوں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میرے گھر میں سنی تو دوڑ پڑے یہاں تک کہ گھر میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ مالک نے کیا کیا، میں اسے نہیں دیکھتا ہوں تو ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ کے رسول سے اسے محبت نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہے تو اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں لیکن ہم تو واللہ اس کی محبت اور

اس کی گفتگو منافقین ہی سے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جہنم پر اس شخص کو حرام کر دیا ہے جو لا الہ الا اللہ کہے اور اس سے رضائے الٰہی چاہتا ہو۔

محمود نے بیان کیا کہ میں نے اس کو ایک جماعت سے بیان کیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوایوبؓ بھی تھے اور اس جنگ میں بیان کیا جس میں انہوں نے وفات پائی اور اس وقت روم میں یزید بن معاویہ حاکم تھا۔ ابوایوب نے ہماری اس حدیث کا انکار کیا اور کہا: ”واللہ جو تو نے کہا میرا خیال ہے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہا“۔

یہ مجھے برا معلوم ہوا اور میں نے اللہ کے لیے نذر مانی، کہا اگر وہ مجھے صحیح و سالم رکھے یہاں تک کہ میں اس غزوہ سے واپس ہو جاؤں تو میں اس حدیث کے متعلق عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھوں گا، اگر میں نے انہیں ان کی قوم کی مسجد میں زندہ پایا۔ چنانچہ میں غزوہ سے لوٹا، میں نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، پھر میں چلا یہاں تک کہ مدینہ پہنچا، میں بنی سالم کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ عتبان بوڑھے اور نابینا ہو گئے ہیں اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان کو سلام کیا اور بتایا کہ میں کون ہوں، پھر میں نے ان سے حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھ سے اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی بار بیان کیا تھا[1]۔

---

١) حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ فَزَعَمَ مَحْمُودٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ

امام ابن کثیر " الباعث الحثیث "(ص: ۱۵۳) پہ رقم طراز ہیں:

بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَائَتْ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إِذَا جَائَتْ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَائَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيرٍ يُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ فَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللَّهِ لَا نَرَى وُدَّهُ وَلَا حَدِيثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ قَالَ مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا وَيَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّومِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلَّهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتَّى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنْ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ. صحيح البخاري كتاب التهجد، برقم: (١١١٣).

اس ارشاد کے ذریعے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خصوصی صحبت یافتہ ہونے کی تردید فرمائی ہے جمہور محدثین کے اصطلاح کی ہرگز نفی مقصود نہیں ہے؛ کیوں کہ جمہور کے نقطۂ نظر سے صحابیت کے شرف سے فیض یاب ہونے کے لیے عظمتِ رسالت اور جلالتِ شانِ نبوی کے پیش نظر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محض دیدار کافی ہے۔ اسی لیے مسلم شریف کی صحیح حدیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: جہاد کرنے والے ایک گروہ سے کہا جائے گا: کیا تمہارے درمیان ایسا کوئی شخص موجود ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا ہو؟ وہ لوگ کہیں گے: جی ہاں، پھر تم کو فتح نصیب ہوگی۔ فتح کے حصول کے لیے صرف صحابی ہونے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا کا دیدار کرنے والوں کو بھی فتح کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ پوری حدیث اوپر گذری[1]۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سب وشتم اصحاب سے منع کرنے والی حدیث میں ممانعت کے مخاطب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نہیں؛ بل کہ لا علی التعیین

---

۱) وهذا إنما نفى فيه الصحبة الخاصة، ولا ينفي ما اصطلح عليه الجمهور من أن مجرد الرؤية كافٍ في إطلاق الصحبة لشرف رسول الله –صلى الله عليه وسلم–، وجلالة قدره وقدر من رآه من المسلمين، ولهذا جاء في بعض ألفاظ الحديث الصحيح: ((تغزون فيقال: هل فيكم من رأى رسول الله –صلى الله عليه وسلم–؟ فيقولون: نعم، فيفتح لكم)) حتى ذكر من رأى من رأى رسول الله –صلى الله عليه وسلم– الحديث بتمامه. (شرح اختصار علوم الحديث).

غیر صحابی مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی غیر صحابی میرے اصحاب کے بارے میں زبان طعن دراز نہ کرے[1]۔

قابل غور پہلو

اوپر کی سطروں میں صحابی کی تعریف سے متعلق محدثین و فقہائے اصولیین دونوں کے نقطہائے نظر اور بنیادی مستدلات تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آگئے۔ اہل علم واصحاب نظر سے فریقین کے دلائل کے ضعف و قوت یقینا مخفی نہ ہوگی اور یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ محدثین کی تعریف راست صحیح احادیث سے ثابت ہوتی ہے جبکہ فریق ثانی کے دلائل میں یہ بات نہیں ہے۔

قابل غور پہلو یہاں یہ ہے کہ صحابی کی تعریف میں طویل زمانے تک صحبت کی شرط اگر لگادی جائے تو اس کا سب سے بُرا اثر یہ پڑے گا کہ ان گنت ایسے صحابہ، صحابیت کے دائرے سے خارج ہوجائیں گے جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ رویت بھی ہوئی، صحبت سے بھی مشرف ہوئے، تحمل

---

۱) فالمعنی لایسب غیرُ أصحابي، أصحابي، ولا یسب بعضُهم بعضًا. (فتح المغیث ۳/۱۰۱).

حدیث بھی ہوا؛ لیکن چند روز ہی خدمت نبوی میں حاضر رہ سکے۔ جیسے: وائل بن حجر[۱]، مالک بن حویرث[۲]، عثمان بن ابی العاص[۳] وغیرہ وغیرہ۔

قوت دلائل اور متعدد کبار صحابہ کو صحابیت کی فہرست سے خروج سے بچانے کے لیے جمہور سلف وخلف کا مختار، معتبر، متفق علیہ اور اجماعی قول یہی ہے کہ جو شخص بھی ایمان کی حالت میں لمحہ بھر کے لیے دیدار نبی اکرم ﷺ سے بہرہ ور ہو جائے اور بحالت ایمان وفات پائے تو وہ صحابی رسول ﷺ ہے، علامہ عراقی محدثین کے قول کے علاوہ سارے اقوال کا ابطال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ مازری کا کلام نا قابل اعتبار ہے؛ بلکہ مذہب اول کے علاوہ تمام اقوال پھس پھسے اور بے جان ہیں۔ پہلا مذہب ہی درست ہے، علامہ آمدی اور ابن الحاجب؛ یعنی سلف اور خلف کے بقول یہی جمہور کا مذہب ہے۔ آمدی نے جمہور کے مذہب کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے اپنی معروف کتاب "الاستیعاب" میں اس کو اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ بتایا ہے، چاہے صحابہ کرام میں سے کوئی صحابی کسی فتنے اور جنگ وجدال میں شریک رہا ہو یا نہیں، ہر ایک کے تئیں حسن ظن قائم

---

۱) أسد الغابة ج: (٥) ، ص: (٤٣٥، ٤٣٦). تقريب التهذيب، ج: (٢). ص: (٣٢٩).

۲) تقريب التهذيب (٢/٢٢٤)، أسد الغابة (٥/٢١).

۳) تقريب التهذيب (٢/١٠)، أسد الغابة: (٣/٥٧٩).

رکھا جائے، ان کے باہمی اختلافات کو اجتہاد پر محمول کیا جائے۔ کیوں کہ صحابہ کرام کے مابین پیش آنے والے مشاجرات کا مدار اجتہاد پر تھا، ایسے اجتہادی مسائل میں ہر اجتہاد کرنے والے کی رائے مبنی بر صواب ہو گی یا کسی ایک کی رائے درست اور مرجوح رائے رکھنے والے دیگر مجتہد کو معذور؛ بلکہ شریعت کی نظر میں ماجور مانا جائے گا[1]۔

سعید بن مسیب کے مذہب کی تحقیق

سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے اس بابت جو دو سال کی صحبت یا دو غزوے میں شرکت کے لزوم کی بات اوپر نقل کی گئی ہے، اولا یہ بات ان کی اپنی نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ بات اصولیین کی طرف سے نقل کی ہے، راست ان سے اس طرح کی بات صحیح سندوں سے ثابت نہیں ہے۔ عراقی لکھتے ہیں:

---

١) وبالجملة ، فما قاله المازري منتقد ، بل كل ما عدا المذهب الأول القائل بالتعميم باطل ، والأول هو الصحيح ، بل الصواب المعتبر ، وعليه الجمهور كما قال الآمدي وابن الحاجب ؛ يعني من السلف والخلف . زاد الآمدي: وهو المختار. وحكى ابن عبد البر في (الاستيعاب) إجماع أهل الحق من المسلمين، وهم أهل السنة والجماعة، عليه؛ سواء من لم يلابس الفتن منهم أو لابسها؛ إحسانًا للظن بهم ، وحملًا لهم في ذلك على الاجتهاد ، فتلك أمور مبناها عليه ، وكل مجتهد مصيب ، أو المصيب واحد ، والمخطئ معذور ، بل مأجور . (فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقي (الجزء ٤ ص ٢).

ولا يصح هذا عن ابن المسيب؛ ففي الإسناد إليه محمد بن عمر الواقدي شيخ ابن سعد. وهو ضعيف في الحديث [١].

عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن عمر واقدی ہیں، جو محدثین کے نزدیک ضعیف اور متروک ہیں۔ذرا دیکھئے! محدثین کرام ان کے بارے میں کیارائے رکھتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

معمر اور مالک سے روایت نقل کرنے والے، بغداد کے قاضی محمد بن عمر واقدی کے تیئں محدثین نے سکوت اختیار کیا ہے، احمد اور ابن نمیر نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ان کاانتقال(٢٠٧ ھ)یااس کے تھوڑے عرصہ بعد ہوا [٢]۔

ابن ابی حاتم (متوفی: ٣٢٧ ھ) نے کتاب الجرح والتعدیل میں فرمایا: ابو عبداللہ محمد بن عمر محمد واقدی اسلمی قاضی، بنو سہم کے مولی ہیں، بغداد میں عہدہ قضاپر متمکن رہے اور وہیں وفات ہوئی۔ معمر، ابن ابی ذئب، مالک، اوزاعی اور ثوری سے روایت کی۔

---

١) فتح المغيث للعراقي (٤/٣٠)، تدريب الراوى ص: (٦٧١).

٢) قال البخاري في التاريخ الكبير (جـ١ص١٧٨): محمد بن عمر الواقدي مدني قاضي بغداد عن معمر ومالك، سكتوا عنه، تركه احمد وابن نمير، مات سنة سبع ومئتين أو بعدها بقليل. (كذا في كتابه الضعفاء الصغير ص ١٠٩).

اور محمد بن عمر واقدی سے ابو بکر بن شیبہ اور یحیی بن ابی الخصیب نے روایت کی ہے۔ میں نے اپنے والد کو ایسا کہتے ہوئے سنا۔

ابو محمد کہتے ہیں: واقدی سے حامد بن یحیی بلخی، عبد الرحمن، میرے والد، معاویہ بن صالح بن ابی عبید اللہ الاشعری دمشقی نے کہا: میں نے سنید بن داؤد کو کہتے ہوئے سنا: ہم لوگ ہشیم کی خدمت میں حاضر تھے کہ واقدی کا مجلس میں آنا ہوا، ہشیم نے واقدی سے اس کی محفوظات اور یاد کردہ حدیثوں کے متعلق پوچھا، اس دوران واقدی نے اس سے کہا: ابو معاویہ آپ کی محفوظات کی تعداد کیا ہے؟ تو اس نے باب کی پانچ یا چھ مرویات کا تذکرہ کیا۔ پھر انھوں نے واقدی سے پوچھا، آخر آپ کی مرویات کتنی ہیں؟ تو واقدی نے ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین کی تیس احادیث کا ذکر کیا، سنید بن داود کہتے ہیں: میں نے مالک اور ابن ابی ذئب سے پوچھا تو ہشیم کا چہرہ نقل حدیث کے باب میں دروغ گوئی کی وجہ سے ناگواری سے افسردہ پایا۔ پھر واقدی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، ہشیم نے فرمایا: اگر یہ جھوٹا ہے تو دنیا میں اس کے جیسا کوئی جھوٹا نہیں ہے اور اگر سچا ہے تو پوری دنیا میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں [1]۔

---

١) قال ابن أبي حاتم (المتوفى: ٣٢٧هـ) فى الجرح والتعديل جـ ٨ ص ٢٠: محمد بن عمر بن محمد الواقدي الأسلمي أبو عبد الله القاضي مولى لبني سهم ولي القضاء ببغداد ومات بها روى عن معمرو ابن أبي ذئب ومالك الأوزاعي والثوري روى عنه أبو بكر بن أبي شيبة ويحيى بن أبى الخصيب سمعت أبى يقول ذلك. قال أبو محمد روى عنه حامد بن يحيى البلخي. نا عبد الرحمن

یونس بن عبد الاعلی کہتے ہیں: مجھے امام شافعی نے بتایا: واقدی کی کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں[1]۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: واقدی حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے قلب کیا کرتے تھے۔ اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: واقدی میرے نزدیک خود ساختہ حدیث بیان کرنے والوں کے زمرے میں ہے۔ یحیی بن معین کہتے ہیں: واقدی سے حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی؛ کیوں کہ وہ معدوم کے درجے میں ہیں۔ عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے محمد بن عمر واقدی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ حدیث کے باب میں متروک ہے۔

یحیی بن معین کہتے ہیں: ہمیں واقدی کی روایت کردہ حدیثوں میں غور و فکر سے معلوم ہوا کہ اس کی حدیث بسند مدنیین نامعلوم شیوخ سے منکر ہیں۔ ہم نے کہا: ممکن ہے وہ منکر احادیث واقدی کی جانب سے ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ

حدثني أبي نا معاوية بن صالح بن أبي عبيدالله الأشعري الدمشقي قال سمعت سنيد بن داود يقول كنا عند هشيم فدخل الواقدي فسأله هشيم عن باب ما يحفظ فيه فقال له الواقدي: ما عندك يا أبا معاوية؟ فذكر خمسة أو ستة أحاديث في الباب ثم قال للواقدي: ما عندك؟ فحدثه ثلاثين حديثًا عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه والتابعين، ثم قال سألت مالكا وسألت ابن أبي ذئب فرأيت وجه هشيم يتغير وقام الواقدي فخرج فقال هشيم لئن كان كذابًا فما في الدنيا مثله، وإن كان صادقًا فما في الدنيا مثله.

١) نا عبد الرحمن نا يونس بن عبد الاعلى قال قال لي الشافعي: كتب الواقدي كذب.

احادیث مجہول شیوخ کی ہوں۔ پھر ہم نے واقدی کی ابن ابی ذئب اور معمر سے روایت کے متعلق تحقیق کی تو پتا چلا کہ ان کی حدیثیں ٹھیک ہیں، پھر ہمیں معلوم ہوا کہ ان دونوں شیوخ سے منکر روایتیں بیان کی ہوئی ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ منکر احادیث اسی کی ہیں اس لیے ہم نے واقدی کی روایت کردہ حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔

عبد الرحمن کہتے ہیں: میں نے ابو زرعہ سے محمد بن عمر واقدی کے متعلق پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: وہ ضعیف ہے۔ میں نے پوچھا اس سے حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں؟ فرمایا: مجھے اس پر اعتبار پسند نہیں ہے، لوگوں نے اس سے احادیث کی روایت ترک کی ہوئی ہیں[۱]۔

---

١) حدثنا عبد الرحمن نا أحمد بن سلمة النيسابوري نا إسحاق بن منصور قال قال احمد بن حنبل: كان الواقدي يقلب الأحاديث يلقى حديث ابن أخي الزهري على معمر ونحو هذا، قال إسحاق ابن راهويه كما وصف وأشد لأنه عندي ممن يضع الحديث. حدثنا عبد الرحمن أنا أبو بكر بن أبي خيثمة فيما كتب إلى قال سمعت يحيى بن معين يقول: لا يكتب حديث الواقدي ليس بشيئ. نا عبد الرحمن قال سألت أبي عن محمد بن عمر الواقدي المديني فقال: متروك الحديث. قال يحيى بن معين: نظرنا في (١٥ م

٥) حديث الواقدي فوجدنا حديثه عن المدنيين عن شيوخ مجهولين أحاديث مناكير فقلنا: يحتمل أن تكون تلك الأحاديث المناكير منه ويحتمل أن تكون منهم، ثم نظرنا إلى حديثه عن ابن أبي ذئب ومعمر فإنه يضبط حديثهم فوجدناه قد حدث عنهما بالمناكير فعلمنا أنه منه فتركنا حديثه. نا عبد الرحمن قال سألت أبا زرعة عن محمد بن عمر الواقدي فقال: ضعيف. قلت يكتب حديثه؟ قال: ما يعجبني الاعتبار، ترك الناس حديثه. قال فيه النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ) في كتابه الضعفاء والمتروكين ص (٢٣٣): محمد

محمد بن عمر واقدی کے متعلق امام نسائی (متوفی: ۳۰۳) نے اپنی کتاب الضعفاء والمتروکین (ص: ۲۳۳) میں فرمایا: محمد بن عمر واقدی متروک الحدیث ہے۔

نیز امام نسائی نے الضعفاء والمتروکین میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے متعلق جھوٹی احادیث نقل کرنے والے مشہور چار لوگ ہیں: مدینہ منورہ میں واقدی، خراسان میں مقاتل، شام میں محمد بن سعید مصلوب اور چوتھے کا بھی ذکر کیا[1]۔

ابو العرب نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں سات لوگ ایسے تھے جو خود ساختہ سند تیار کرتے تھے ان میں ایک نام واقدی کا ہے[2]۔

ابن عدی کہتے ہیں: واقدی کی احادیث غیر محفوظ ہیں، یہ آفت اسی کی پیدا کردہ ہے[3]۔

بن عمر الواقدي متروك الحديث. (الجرح والتعديل: ٨ / الترجمة ٩٢).

١) وقال النسائي في الضعفاء: الكذابون المعروفون بالكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعة: الواقدي بالمدينة، ومقاتل بخراسان، ومحمد ابن سعيد المصلوب بالشام وذكر الرابع.

٢) وحكى أبو العرب عن الشافعي قال كان بالمدينة سبعة رجال يضعون الأسانيد أحدهم الواقدي. (الجرح والتعديل: ٨ / الترجمة ٩٢).

٣) وقال ابن عدي أحاديثه غير محفوظة والبلاء منه.

ابن مدینی کہتے ہیں: واقدی کے پاس بیس ہزار بے اصل حدیثیں ہیں۔ ایک دیگر مقام پر ابن مدینی نے کہا: واقدی نقل روایت کا اہل نہیں ہے، ابراہیم بن ابی یحیی بھی دروغ گو ہے مگر میرے نزدیک واقدی سے بہتر ہے [۱]۔

امام ابو داؤد کہتے ہیں: میں واقدی کی احادیث لکھتا ہوں اور نہ اس سے احادیث روایت کرتا ہوں، بلاشبہ وہ حدیث وضع کرنے والوں میں سے ہے، کتاب میں غور و فکر سے واقدی کا حال ظاہر ہے۔ واقدی نے یمن کی فتح مندی اور اسود عنسی کے متعلق امام زھری سے غلط روایتیں نقل کیں [۲]۔

بندار کہتے ہیں: میری نظر میں واقدی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں۔

ابو بشر دولابی اور عقیلی نے نے واقدی کو متروک الحدیث بتایا۔

علامہ نووی نے شرح مہذّب کی کتاب الغسل میں واقدی کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق نقل کیا ہے [۳]۔

---

۱) وقال ابن المديني عنده عشرون ألف حديث؛ يعنى ما لها أصل وقال في موضع آخر ليس هو بموضع للرواية وإبراهيم بن أبي يحيى كذاب وهو عندي أحسن حالًا من الواقدي.

۲) وقال أبو داود لا أكتب حديثه ولا أحدث عنه ما أشك أنه كان يفتعل الحديث ليس ننظر للواقدي في كتاب الا تبين أمره وروى في فتح اليمن وخبر العنسي أحاديث عن الزهري ليست من حديث الزهري وقال بندار ما رأيت أكذب منه.

۳) وقال النووي في [شرح المهذب في كتاب الغسل] منه الواقدي ضعيف باتفاقهم (۹ / ۳۶۶ - ۳۶۸).

علامہ ذہبی نے بھی المیزان میں واقدی کے کمزور ہونے پر اجماع ذکر کیا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے واقدی کی ناپختہ باتوں پر گرفت کی ہے[1]۔

دار قطنی کہتے ہیں: واقدی کا کمزور ہونا اس کی حدیثوں سے ظاہر ہے[2]۔

الضعفاء والمتروکین میں واقدی کو مختلف فیہ راوی بتایا گیا ہے، نیز اس کی احادیث سے ضعیف ہونا آشکارا ہے[3]۔

جوزجانی کہتے ہیں: واقدی حدیثوں کے متعلق اطمینان بخش انسان نہیں تھا[4]۔

ابو زرعہ نے واقدی کا تذکرہ اپنی کتاب أسامی الضعفاء میں کیا ہے[5]۔

ابن حبان نے المجروحین میں ذکر کیا ہے کہ واقدی، ثقہ اور معتبر راویوں سے مقلوب اور معضل احادیث نقل کرتا تھا، بسا اوقات بالقصد جان بوجھ کر احادیث میں قلب کرتا تھا؛ اسی لیے امام احمد بن حنبل اس کو کذاب قرار دیتے تھے[6]۔

---

١) وقال الذهبي في [الميزان] استقر الإجماع على وهن الواقدي وتعقبه بعض مشائخنا بما لا يلاقي كلامه.

٢) وقال الدارقطني الضعف يتبين على حديثه (السنن: ٢ / ١٦٤، ١٩٢، ٢١٢).

٣) وذكره في " الضعفاء والمتروكين " وقال: مختلف فيه، فيه ضعف بين في حديثه (الترجمة ٤٧٧).

٤) وقال الجوزجاني لم يكن مقنعا. (أحوال الرجال، الترجمة ٢٢٨).

٥) وقال البرذعي: وسئل (يعني أبا زرعة) عن الواقدي، فقال: ترك الناس حديثه. (أبو زرعة الرازي: ٥١١). وذكره أبو زرعة في كتاب " أسامي الضعفاء " (أبو زرعة الرازي: ٦٥٦).

٦) وذكره ابن حبان في " المجروحين " وقال: كان يروي عن الثقات المقلوبات، وعن الاثبات المعضلات حتى ربما سبق إلى القلب أنه كان

ابن عدی نے الکامل میں متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: میری املا کردہ یہ حدیثیں واقدی کی ہیں، جن کا میں نے تذکرہ نہیں کیا ہے۔ یہ ساری حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔ جن ثقہ اور معتبر راویوں سے واقدی یہ احادیث نقل کر رہے ہیں ان سے یہ احادیث واقدی کے علاوہ کسی دوسرے راوی سے محفوظ نہیں ہیں، یہ فتنہ واقدی کا جنم دیا ہوا ہے، واقدی کی احادیث کے متون محفوظ نہیں ہیں۔ وہ مکمل ضعیف راوی ہے [۱]۔

بزار کہتے ہیں: واقدی کے متعلق لوگوں نے کلام کیا ہے، اس کی احادیث منکر ہیں [۲]۔

خطیب نے اپنی تاریخ میں عباس بن عبدالعظیم عنبری کے حوالے سے لکھا ہے: واقدی میرے نزدیک عبدالرزاق سے اچھا ہے [۳]۔

المتعمد لذلك، كان أحمد بن حنبل يكذبه. (٢ / ٢٩٠).

١) وذكره ابن عدي في " الكامل " وساق له عدة أحاديث وقال: وهذه الأحاديث التي أمليتها للواقدي، والتي لم أذكرها، كلها غير محفوظة ومن يروي عنه الواقدي من الثقات فتلك الأحاديث غير محفوظة عنهم إلا من رواية الواقدي والبلاء منه، ومتون أخبار الواقدي غير محفوظة، وهو بين الضعف. (الكامل: ٣ / الورقة ٨٥).

٢) وقال البزار: تكلم الناس فيه، وفي حديثه نكرة. (كشف الاستار -٣٥٦، ١٠٢٦).

٣) ونقل الخطيب في " تاريخه " بإسناده عن عباس بن عبد العظيم العنبري أنه قال: الواقدي أحب إلي من عبد الرزاق (٣ / ١١).

آجری سے منقول ہے: ابو داؤد سلیمان بن الاشعث سے کسی نے واقدی کی بابت پوچھا: فرمایا: میں اس کی احادیث نہیں لکھتا ہوں[۱]۔

امام ذہبی نے فرمایا: واقدی بالاتفاق متروک الحدیث ہے[۲]۔

ابن الجوزی نے ابو حاتم کے حوالے سے واقدی کو وضاع بتایا ہے[۳]۔

امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: واقدی میرے نزدیک واضعین حدیث میں سے ہیں[۴]۔

ابوزرعہ رازی، ابوبشر دولابی اور عقیلی بھی واقدی کو متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔

فضائل میں صحابہ کے مراتب

صحابہ کی تعریف، تنقیح، توضیح اور ترجیح کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ مناقب و فضائل کے لحاظ سے سارے صحابہ یکساں نہیں تھے؛ بلکہ جیسے صحابہ کے مابین

---

۱) ونقل عن الآجري قال: سئل أبو داؤد سليمان بن الأشعث عن الواقدي، فقال: لا أكتب حديثه (۳ / ۱۵)، وقال الذهبي: مجمع على تركه. (المغني: ۲ / الترجمة ۵۸۶۱).

۲) المغني :(۲)، الترجمة (۵۸۶۱).

۳) وحكى ابن الجوزي عن أبي حاتم أنه قال: كان يضع.

٤) قَالَ إِسْحَاقُ: هُوَ عِنْدِي مِمَّنْ يَضَعُ الحَدِيْثَ -يَعْنِي: الوَاقِدِيَّ-. سير أعلام النبلاء (۹/ ٤٦٢).

روایتوں کی قلت و کثرت کے لحاظ سے طبقات و مراتب قائم کیے گئے ہیں، اسی طرح فضائل کے لحاظ سے بھی ان کے مابین مراتب ہیں۔

فضیلت کا سب سے پہلا درجہ خلفائے راشدین کا ہے۔ یعنی اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحابہ میں سب سے افضل درجہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بالترتیب ہے۔

ان کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا، ان کے بعد مہاجرین اولین کا، پھر بیعت عقبہ والے کا، پھر شرکائے بدر کا، پھر درجہ بدرجہ اہل مشاہد کا۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾[1]

تم میں جو لوگ فتح (مکہ) سے قبل ہی خرچ کر چکے اور لڑ چکے (وہ ان کے برابر نہیں جو بعد فتح لڑے اور خرچ کیا) وہ لوگ درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے بعد کو خرچ کیا اور لڑے اور اللہ تعالی نے بھلائی کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالی کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔

صحابہ کی ثقاہت وعدالت

---

١) ٥٧- سورة الحديد: (١٠).

اصحاب رسول اس برگزیدہ، پاکباز، پاک طینت، وفا شعار وجان نثار مقدس گروہ کو کہتے ہیں جن کے قلوب پر آفتاب نبوت کی کرنیں پڑیں اور لمحہ بھر میں نور نبوت سے جن کے قلوب مجلی و مصفی ہو گئے، نگاہ نبوت کے سامنے ان کی تربیت ہوئی، انھوں نے قرآن اترتے ہوئے دیکھا۔

ثقاہت، عدالت اور تقدس سے لبریز یہی وہ جماعت ہے جن کے ذریعے ہم تک قرآن وسنت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پہنچی، انھی کے ذریعہ اسلام کا تعارف ہوا، انھی کے سینوں میں کتاب الہی محفوظ ہو کر ہم تک پہنچی، اگر تنقید و تنقیص کے ذریعے انھیں غیر معتبر قرار دے دیا گیا تو پھر تو اسلام کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی، نہ قرآن کریم معتبر بچے گا، نہ سنت طیبہ پہ اعتبار و وثوق باقی رہے گا۔

اللہ تعالی نے انھیں ایمان کی پختگی، اعمال کے صلاح، اتباع سنت اور تقوی وطہارت کی سند دی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی انھیں چراغ راہ اور نجوم ہدایت قرار دے کر ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے اس کے خلاف جو بھی بیان کیا گیا ہے یا بیان کیا جائے وہ قرآن مجید کی تکذیب، تاریخ کی تغلیط اور تربیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بدگمانی اور تشکیک کے مترادف ہے؛ اسی لیے امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ صحابہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے! بلا امتیاز سب کے سب ثقہ، عادل، قابل اعتبار و استناد ہیں، ان کی ثقاہت و عدالت پہ نصوص قطعیہ موجود ہیں، بلا چوں وچرا ان کی ثقاہت کو ماننا ضروری ہے، کوئی ایک صحابی بھی فسق سے آلودہ نہیں ہو سکتا، روایت حدیث ہی کی طرح عام معاملات زندگی میں بھی ان کی عدالت کی تفتیش جائز نہیں۔

صحابہ کاادب وتقوی

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌ ﴿٣﴾[1]

ترجمہ: یقین جانو جو لوگ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقوی کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

صحابہ کفر وفسق سے محفوظ تھے

وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ فِيكُمۡ رَسُولَ ٱللَّهِۚ لَوۡ يُطِيعُكُمۡ فِي كَثِيرٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِي قُلُوبِكُمۡ وَكَرَّهَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡكُفۡرَ وَٱلۡفُسُوقَ وَٱلۡعِصۡيَانَۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ ﴿٧﴾[2]

ترجمہ: اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔ بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ اگر تمہاری بات مان لیں تو خود تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں پرکشش بنا دیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھا دی ہے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک ٹھیک راستے پر آچکے ہیں۔

---

١) ٤٩- سورة الحجرات: (٣).   ٢) ٤٩- سورة الحجرات: (٧).

صحابہ عبادت کے خوگر اور رحم دل تھے

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسْتَغْلَظَ فَٱسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعْجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًۢا ﴿٢٩﴾[1]

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔

---

١) ٤٨ – سورة الفتح: (٢٩).

سارے صحابہ عادل ہیں

وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٦٢﴾ (۱)

ترجمہ: اور اگر وہ تمہیں دھوکا دینے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تمہارے لیے کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد کے ذریعے اور مومنوں کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے۔ اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی۔ اگر تم زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کر لیتے تو ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا، وہ یقیناً اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِ وَتُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِۗ وَلَوۡ ءَامَنَ أَهۡلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَكَانَ خَيۡرٗا لَّهُمۚ مِّنۡهُمُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ﴿١١٠﴾ (۲)

ترجمہ: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَٰكُمۡ أُمَّةٗ وَسَطٗا لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗاۗ (۳)

---

١) ٨- سورة الأنفال : (٦٢).

٢) ٣- سورة آل عمران : (١١٠).

٣) ٢- سورة البقرة : (١٤٣).

ترجمہ: اور (مسلمانو) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ بنے۔

لَّقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ ٱلۡعُسۡرَةِ مِنۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٖ مِّنۡهُمۡ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡۚ إِنَّهُۥ بِهِمۡ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ ﴿١١٧﴾[۱]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی ہے نبی پر ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے ایسی مشکل کی گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا، جبکہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا جائیں، پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ یقینا وہ ان کے لیے بہت شفیق، بڑا مہربان ہے۔

لَّقَدۡ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ يُبَايِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمۡ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيۡهِمۡ وَأَثَٰبَهُمۡ فَتۡحٗا قَرِيبٗا ﴿١٨﴾[۲]

ترجمہ: یقیناً اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔

---

۱) ۹- سورة التوبة: (۱۱۷).
۲) ٤٨- سورة الفتح: (۱۸).

وقال تعالى: وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾[1]

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّٰدِقُونَ ﴿٨﴾ وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾[2]

ترجمہ: (نیز یہ مال فیئ) ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔ (اور یہ مال فیئ) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں۔ جو کوئی ان کے

١) ٩- سورة التوبة: (١٠٠).   ٢) ٥٩- سورة الحشر: (٩/٨).

پاس ہجرت کے آتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے، اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾[1]

ترجمہ: اور (یہ مال فیئ) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد آئے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمایئے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کوئی بغض نہ رکھیے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔

قرآن کے ان نصوص کی وجہ سے معتزلہ، شیعہ امامیہ اور شافعیہ میں ابوالحسین ابن القطان کے سوا تمام محدثین اور علمائے سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ صحابہ کا ہر فرد عادل و ثقہ ہے۔ ان پہ طعنہ زنی جائز نہیں ہے، ان کی کسی خبر اور شہادت پہ کوئی گرفت نہیں کی جاسکتی۔ انسان وہ بھی تھے بتقاضائے بشریت ان سے بھی لغزشیں اور غلطیاں سرزد ہوئیں، معاف کرنے والی ذات اللہ کی ہے اللہ تعالی نے انہیں نہ صرف معاف کیا

---

١) ٥٩- سورة الحشر: (١٠).

بلکہ اپنی معافی کو قرآن میں ذکر فرما کر ہمیشہ کے لیے ان نفوس قدسیہ کی اجتہادی واضطراری کوتاہیوں اور لغزشوں پہ تنقید و تنقیص اور جرح وتعدیل کا دروازہ بند کردیا۔

عدالتِ صحابہ کا مفہوم

علامہ آلوسی کے بقول جمہور علماء کا خیال کہ صحابہ کرام انبیا کی طرح معصوم نہیں، ان سے گناہ کبیرہ بھی سرزد ہو سکتا ہے جو فسق ہے اور اس گناہ کے وقت ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہیں یعنی شرعی سزا جاری کی جائے گی اور اگر کذب ثابت ہوا تو ان کی خبر و شہادت رد کر دی جائے گی لیکن عقیدہ اہل سنت و الجماعت کا نصوص قرآن و سنت کی بنا پر یہ ہے کہ صحابی سے گناہ تو ہو سکتا ہے مگر کوئی صحابی ایسا نہیں جو گناہ سے توبہ کر کے پاک نہ ہو گیا ہو۔ قرآن کریم نے علی الاطلاق ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا فیصلہ صادر فرمادیا ہے: رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ الآیتہ [1]۔ اور رضائے الٰہی گناہ ہونے کی معافی کے بغیر نہیں ہوتی، جیسا کہ قاضی ابویعلی نے فرمایا کہ رضا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدیمہ ہے وہ اپنی رضا کا اعلان صرف انہی کے لئے فرماتے ہیں جن کے متعلق وہ جانتے ہیں کہ ان کی وفات موجبات رضا پر ہو گی [2]۔

اگر صحابہ کرام کی عظیم الشان جماعت میں سے گنے چنے چند آدمیوں سے کبھی کوئی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو ان کو فوراً توبہ نصیب ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو رسول

---

۱) ۹- سورة التوبة: (۱۰۰).

۲) كذا فی الصارم المسلول لابن تيمية.

کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے ایسا بنادیا تھا کہ شریعت ان کی طبیعت بن گئی تھی۔
خلاف شرع کوئی کام یا گناہ سرزد ہونا انتہائی شاذ و نادر تھا ان کے اعمال صالحہ، نبی کریم
ﷺ اور اسلام پر اپنی جانیں قربان کرنا اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ
کے اتباع کو وظیفہ زندگی بنانا اور اس کے لئے ایسے مجاہدات کرنا جن کی نظیر پچھلی امتوں
میں نہیں ملتی۔ ان بے شمار اعمال صالحہ اور فضائل و کمالات کے مقابلے میں عمر بھر میں
کسی گناہ کا سرزد ہو جانا اس کو خود ہی کالعدم کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
ﷺ کی محبت و عظمت اور ادنٰی سے گناہ کے وقت ان کا خوف، خشیت اور فوراً توبہ کرنا
بلکہ اپنے آپ کو سزا کے لیے خود پیش کر دینا، کہیں اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے
باندھ دینا وغیرہ روایات حدیث میں معروف اور مشہور ہیں اور بحکم حدیث گناہ سے توبہ
کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

ابن تیمیہ مرحوم لکھتے ہیں:

صحابہ کرام سے لغزشوں اور غلطیوں کا وقوع ممکن تھا، وہ انبیائے کرام کی طرح
ہرگز معصوم نہیں تھے؛ مگر جان بوجھ کر صحابہ جھوٹ نہیں بولتے تھے؛ اسی لیے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دروغ گوئی کرنے والے کو اللہ تعالی نے فورا بے نقاب
کر دیا۔ اس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے، ایک آدمی کو بار بار شراب نوشی
کے جرم کی پاداش میں کوڑے کی سزا پانے کے بعد خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں
لایا گیا، کسی صحابی نے یہ حالت دیکھ کر ان کو مطعون قرار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ کہتے ہوئے انھیں روکا: انھیں مطعون نہ کرو، بخدا مجھے معلوم ہے کہ اسے اللہ تعالی اور اس کے رسول سے والہانہ محبت ہے۔

صحیحین میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہایت مشہور ہے۔ مسلمانوں کے خلاف صحابی موصوف پر جاسوسی کا الزام عائد ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفر وارتداد کی کھلی نفی فرمائی اور یہ کہتے ہوئے ان کے بر حق ہونے کی شہادت دی: عمر! تمھیں کیا خبر؟ اللہ تعالی نے بدریوں کے واقعے کے علم کے باوجود انھیں مغفرت کا پروانہ عطا کر دیا[1]۔

علامہ محمود الألوسي رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام کے عادل ہونے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ پوری جماعت میں کسی صحابی سے کبھی کوئی غلطی صادر نہیں ہو سکتی تھی؛ کیوں کہ حقیقت حال اس کے

---

١) الصحابة يقع من أحدهم هنات، ولهم ذنوب، وليسوا معصومين؛ لكنهم لا يتعمدون الكذب، ولم يتعمد أحد الكذب على النبي - صلى الله عليه وسلم - إلا هتك الله ستره" ا.هـ، والدليل على ذلك ما جاء في (صحيح البخاري (٦٧٨٠) في قصة الرجل الذي جيء به عدة مرات وهو يشرب الخمر ويجلد، فلما لعنه أحد الصحابة نهاه النبي صلى الله عليه وسلم، وقال: "لا تلعنوه، فو الله ما علمت إنه يحب الله ورسوله". وقصة حاطب بن أبي بلتعة وهي مخرجة في الصحيحين [البخاري (٤٨٩٠) ومسلم (٢٤٩٤)] معروفة، فإنه اتهم بالتجسس على المسلمين، ومع ذلك نفى عنه النبي صلى الله عليه وسلم الكفر، وقال"وما يدريك لعل الله اطلع على أهل بدر، فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم". (منهاج السنة) (١/٣٠٦-٣٠٧).

برعکس ہے اور معدودے چند صحابہ کرام سے لغزشوں کے صدور کے واقعات پیش آئے ہیں۔ آگے مزید علامہ آلوسی کہتے ہیں: انسان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جن صحابہ کرام سے معصیت کا صدور ہوا، پھر شریعت کے ضابطے کی روشنی میں اُن پر حدود کا نفاذ ہوا، ایسے صحابہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے، چند افراد کی معمولی غلطیوں کو بنیاد بنا کر ہزاروں صحابہ کرام کی بابت زبان طعن دراز کرنا ہرگز درست نہیں ہے، جب کہ ان کی پاکیزگی، طہارت، تقدس اور جادہ حق پر استقامت کی گواہی قرآن و سنت میں دی گئی ہے۔ تاریخ کے صفحات صحابہ کرام کے زندہ کرداروں سے لبریز ہیں[1]۔

امام غزالی کا کہنا ہے:

جمہور سلف اور خلف کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی ثقاہت معروف ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب مقدس میں جملہ گروہ کی بلا تفریق توثیق

---

١) "ليس مرادنا من كون الصحابة رضي الله عنهم جميعهم عدولًا: أنهم لم يصدر عن واحد منهم مفسّق أصلًا، ولا ارتكب ذنبًا قط، فإن دون إثبات ذلك خرط القتاد، فقد كانت تصدر منهم الهفوات ....." إلى أن قال: " ثم إن مما تجدر الإشارة إليه، وأن يكون الإنسان على علم منه: هو أن الذين قارفوا إثمًا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم حُدّوا هم قلة نادرة جدًا، لا ينبغي أن يُغَلَّب شأنهم وحالهم على الألوف المؤلفة من الصحابة رضي الله عنهم الذين ثبتوا على الجادة والصراط المستقيم، وحفظهم الله تبارك وتعالى من المآثم والمعاصي، ما كبُر منها وما صغر، وما ظهر منها وما بطن، والتاريخ الصادق أكبر شاهد على هذا. (الأجوبة العراقية) (ص ٢٣-٢٤).

اور ستائش فرمائی ہے۔ صحابہ کرام کے متعلق یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اگر نص قطعی کی دلیل سے ہمیں کسی صحابی کے جان بوجھ کر مرتکبِ گناہ ہونے کا علم ہو، تو انھیں فاسق کہا جا سکتا ہے؛ مگر دلیل ندارد؛ اس لیے صحابہ کرام کے حق میں اللہ تعالی کی جانب سے تعدیل کے بعد ہماری تعدیل کی چنداں ضرورت نہیں ہے[1]۔

حافظ ذهبي (م: ۷۴۸ھ) کہتے ہیں:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: صحابہ کرام کے بارے میں لب کشائی کی بالکلیہ حاجت نہیں ہے کیوں کہ یہ موضوع ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے، اگرچہ ان سے کوتاہیاں سرزد ہوئیں اور خطاوں کا وقوع ہوا؛ مگر امت مسلمہ کا سوادِ اعظم ان کی عدالت اور ثقاہت پر متفق ہے، ان کے بارے میں خدائی فرمان کے بموجب یہی ہمارا عقیدہ ہے[2]۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷٤ھ) لکھتے ہیں:

---

١) "والذي عليه سلف الأمة وجماهير الخلف: أن عدالتهم معلومة بتعديل الله – عز وجل – إياهم ، وثنائه عليهم في كتابه، فهو معتقدنا فيهم إلا أن يثبت بطريق قاطع ارتكاب واحد لفسق مع علمه به، وذلك لا يثبت، فلا حاجة لهم إلى تعديل. (المستصفى) (ص ١٨٩-١٩٠).

٢) «فأما الصحابة رضي الله عنهم، فبساطهم مطوي وإن جرى ما جرى، إذ على عدالتهم وقبول ما نقلوه العمل، وبه ندين الله تعالى(رسالة الحافظ الذهبي في الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لايوجب ردهم، ص:(٤)).

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: اہل سنت والجماعت کے نزدیک سارے صحابہ عادل ہیں۔ معتزلہ نے صحابہ کرام کے عادل ہونے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرنے کی جو شرط لگائی ہے، وہ سراسر باطل نظریہ ہے۔

اسی طرح روافض کا اپنی نادانی اور کور مغزی کی وجہ سے سترہ صحابہ کرام کے علاوہ پورے گروہ پر کفر کا اطلاق فضول بکواس ہے[1]۔

علامہ کمال الدین محمد بن الھمام (م ۸۶۱ھ) کہتے ہیں:

علامہ کمال الدین محمد ابن الہمام لکھتے ہیں: "اہل سنت والجماعت کا پختہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے پورے گروہ کو یقینی طور پر عادل اور متقی مانا جائے، ان کے خلاف ناشائستہ زبان دراز نہ کی جائے؛ بلکہ ان کی تعریف اور توصیف اور کردار کی تحسین کی جائے جیسا کہ قرآن مجید سے ان کی ثقاہت ثابت ہے"[2]۔

---

١) «والصحابة كلهم عدول عند أهل السنة والجماعة». ثم قال: «وقول المعتزلة: الصحابة عدول إلا من قاتل عليًا، قول باطل مردود». وأضاف: «وأما طوائف الرفض وجهلهم، وقلة عقلهم، ودعاويهم أن الصحابة كفروا إلا سبعة عشر صحابيًا — وسموهم — فهو من الهذيان بلا دليل»(اختصار علوم الحديث، ص:٢٢٠-٢٢٢. علوم الحديث، ص:٢٦٤).

٢) «واعتقاد أهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة وجوبًا بإثبات العدالة لكل منهم، والكف عن الطعن فيهم، والثناء عليهم كما أثنى الله سبحانه وتعالى عليهم» (مقدمة الاستيعاب في معرفة الأصحاب تحت الإصابة في تمييز الصحابة، ج١، ص:٢. المسايرة في العقائد المنجية في الآخرة، ص١٣٢، ط: ديوبند (الهند). الكفاية في معرفة علم الرواية، ص:(٤٨-٤٩).

امام ابوزرعہ رازی نے شانِ صحابہ میں طعنہ زنی کرنے اور ان کی تنقیص و تنقید کرنے والوں کو زندیق کہا ہے۔ ابوزرعہ رازی کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

"اگر تمھیں کوئی شخص، رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کی تنقیص اور تنقید کرتا نظر آئے تو سمجھ لو، وہ زندیق ہے؛ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے نزدیک سچے نبی ہیں اور قرآن مجید کی حقانیت پر ہمارا کامل یقین ہے، یہ قرآن و سنت ہمیں صحابہ کرام کے مقدس گروہ کے ذریعے موصول ہوئے ہیں۔ اعتراض جتانے والے کی منشا ہے کہ ہمارے واسطوں اور حق کے گواہوں پر زبانِ طعن دراز کر، قرآن و سنت کو لغو قرار دیا جائے؛ حالانکہ اعتراض کرنے والے مجروح اور زندیق ہیں"[1]۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ جن خیار امت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا اعلان فرمادیا ہے اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی ہے تو یہ آیت (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ) اس کی معافی کا اعلان ہے لہٰذا ان کے درمیان ہونے والے واقعات کو بنیاد بنا کر ان کی تنقیص کرنے والا بدبخت ہے۔ (سورہ ق)۔

---

١) يقول أبو زرعة الرازي رحمه الله: "إذا رأيت الرجل ينتقص أحدًا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق؛ لأن الرسول صلى الله عليه وسلم عندنا حق، والقرآن حق، وإنما أدى إلينا هذا القرآن والسنن أصحابُ رسول الله – صلى الله عليه وسلم –، وإنما يريدون أن يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة، والجرح بهم أولى، فهم زنادقة" أخرجه الخطيب البغدادي في (الكفاية) (ص ٦٦–٦٧).

صحابہ کے آپسی اختلافات میں جمہور کا موقف اور راہِ عمل

مشاجراتِ صحابہ میں ایک فریق کی تصویب اور دوسرے کا تخطیہ کرنے کی بجائے اجماع امت اس بات پر قائم ہے کہ مشاجرات کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائے گی؛ تاکہ امت مسلمہ ایسی پاکباز جماعت کے حوالے سے بد ظنی میں مبتلا نہ ہو جس کا تزکیہ خود رب کریم نے کر دیا ہے اور جن روایات میں تاویل نہ ہو سکتی ہو انھیں مسترد سمجھا جائے گا۔

علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

وما نقل عنهم فيما شجر بينهم واختلفوا فيه ، فمنه ما هو باطل وكذب ، فلا يلتفت إليه ، وما كان صحيحًا أولناه تأويلًا حسنًا ، لأن الثناء عليهم من الله سابق ، وما ذكر من الكلام اللاحق محتمل للتأويل ، والمشكوك والموهوم لا يبطل الملحق المعلوم. (أصحاب رسول الله ومذاهب الناس فيهم لعبد العزيز العجلان ص: ٣٦٠)

اسی لیے حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ کے مابین ہونے والی لڑائی ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہ کا اتفاق

ہے ہم اس کی پیروی کرتے ہیں اور جس میں ان کے مابین اختلاف ہے ہم اس سے سکوت کرتے ہیں[۱]۔

امام احمد ،امام قرطبیؒ،امام ابن تیمیہ اور تمام ہی جمہور ائمہ سلف وخلف صحابہ کے مشاجرات میں کف لسان کی تاکید کرتے ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں:

میں صحابہ کے بارے صرف بھلی بات ہی کہہ سکتا ہوں[۲]۔

امام قرطبیؒ صحابہ کی غلطیوں کے تذکرہ کو ناجائز کہتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں: ''کسی صحابی کی طرف صراحۃً ادنی غلطی کا انتساب بھی ناروا ہے۔کیوں کہ صحابہ کرام نے اپنے تمام معاملات میں خداوند قدوس کی منشا کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کیا تھا؛اس لیے بلاامتیاز سبھی صحابہ ہمارے مقتدااور پیشواہیں،ان کے باہمی مشاجرات پر کف لسان کرنا ہماری عبادت کا حصہ ہے۔ہم اس کے مامور ہیں کہ صحابہ کرام کاذکر خیر ہی کریں؛ان کی عظمت شان اور تقدس مآبی کے پیش نظر انھیں سب وشتم کرنے سے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت منع کیا ہے۔''[۳].

---

۱) : (قتال شهده أصحاب محمد—وغبنا، وعلموا وجهلنا، واجتمعوا فاتبعنا، واختلفوا فوقفنا) الجامع لأحكام القرآن، للقرطبي (۱۶/۳۳۲).

۲) ما أقول فيهم إلاّ الحسنى) (مناقب الإمام أحمد، لابن الجوزي، ص: (۱٤٦).

۳) لا يجوز أن ينسب إلى أحد من الصحابة خطأ مقطوع به؛ إذ كانوا كلهم اجتهدوا فيما فعلوه وأراد

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں:

ويمسكون عما شجر بين الصحابة ويقولون: إن هذه الآثار المروية في مساويهم منها ما هو كذب، ومنها ما قد زيد فيه ونقص، وغُيّر عن وجهه، والصحيح منه هم فيه معذورون: إما مجتهدون مصيبون، وإما مجتهدون مخطئون)(العقيدة الواسطية مع شرحها، لمحمد هراس، ص (١٧٣).

ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١-٧٢٨ھ) فرما گئے ہیں:

"اہل سنت کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ صحابہ کرام میں جو بھی اختلافات رونما ہوئے، ان کے بارے میں اپنی زبان بند کی جائے؛ کیوں کہ (قرآن و سنت میں) صحابہ کرام کے فضائل ثابت ہیں اور ان سے محبت و مودّت فرض ہے۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات میں سے بعض ایسے تھے کہ ان میں صحابہ کرام کا کوئی ایسا عذر تھا، جو عام انسان کو معلوم نہیں ہو سکا، بعض ایسے تھے جن سے انھوں نے توبہ کر لی تھی اور بعض ایسے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے خود ہی معافی دے دی۔ مشاجرات صحابہ میں غور کرنے سے اکثر لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام کے بارے میں بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ خطاکار، بلکہ گنہگار ہو جاتے ہیں۔ یوں وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو

الله عز وجل. وهم كلهم لنا أئمة، وقد تُعبّدنا بالكف عمّا شجر بينهم، وألاّ نذكرهم إلا بأحسن الذكر لحرمة الصحبة، ولنهي النبيﷺعن سبهم. (صحيح البخاري (٢/٢٩٢)، ومسلم (٤/ ١٩٦٧)، وأحمد (١١/٣).وأن الله غفر لهم وأخبر بالرضى عنهم)(الجامع لأحكام القرآن، للقرطبي (٣٢١/١٦ /٣٢٢)..

نقصان پہنچاتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس بارے میں اپنی زبان کھولی ہے، اکثر کا یہی حال ہوا ہے۔ انھوں نے ایسی باتیں کی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں تھیں۔ انھوں نے ایسے لوگوں کی مذمت کی، جو مذمت کے مستحق نہیں تھے یا ایسے امور کی تعریف کی، جو قابل تعریف نہ تھے؛ اسی لیے مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھنا ہی سلف صالحین کا طریقہ تھا" [1]۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

" صحابیِ رسول سیدنا عائذ بن عمرو، عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئے اور فرمانے لگے: بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بدترین حکمران وہ ہوتے ہیں، جو اپنی رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔ لہٰذا (میری نصیحت ہے کہ) تیرا شمار ایسے لوگوں میں نہ ہو۔ عبید اللہ بن زیاد کہنے لگا: بیٹھ جا، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گھٹیا

---

١) كان من مذاهب أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة، فإنه قد ثبتت فضائلهم، ووجبت موالاتهم ومحبتهم، وما وقع منه ما يكون لهم فيه عذر يخفى على الإنسان، ومنه ما تاب صاحبه منه، ومنه ما يكون مغفورًا، فالخوض فيما شجر يوقع فى نفوس كثير من الناس بغضًا وذمًا، ويكون هو فى ذٰلك مخطئًا، بل عاصيًا، فيضر نفسه، ومن خاض معه فى ذٰلك، كما جرى لأكثر من تكلم في ذٰلك، فإنهم تكلموا بكلام لا يحبه الله ولا رسوله، إما من ذم من لا يستحق الذم، وإما من مدح أمور لا تستحق المدح، ولهٰذا كان الإمساك طريقة أفاضل السلف. [منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية : ١/٤٤٨، ٤٤٩، طبعة جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية].

درجے کا صحابی ہے۔ سیدنا عائذ فرمانے لگے: کیا صحابہ کرام میں سے بھی کوئی گھٹیا تھا؟ گھٹیا لوگ تو وہ ہیں جو صحابی نہ بن سکے اور وہ جو صحابہ کرام کے بعد میں آئے''[۱]۔

ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ ارفع واعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔اس بات سے انکار نہیں کہ بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود تمام صحابہ کرام قابل عزت واحترام ہیں اور بعد میں آنے والا کوئی شخص نیکی و تقویٰ اور علم کا بڑے سے بڑا کارنامہ سرانجام دے کر بھی کسی صحابی کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا کسی بعد والے کو یہ حق نہیں کہ وہ صحابہ کرام کی بشری لغزشوں، جن کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے، یا ان کی اجتہادی غلطیوں، جن پر اللہ تعالیٰ نے بھی مؤاخذہ نہیں فرمایا، کو بنیاد بنا کر ان کے بارے میں بدظنی کا شکار ہو یا زبان درازی کرے۔

امام ابوزرعہ عبداللہ بن عبدالکریم رازی (۲۰۰- ۲۶۴) اور امام ابوحاتم محمد بن ادریس رازی (۱۹۵- ۲۷۷) رحمھما اللہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

---

۱) إن عائذ بن عمرو، وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، دخل علٰي عبيد الله بن زياد، فقال: أي بني! إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: 'إن شر الرعاء الحطمة'، فإياك أن تكون منهم، فقال له: اجلس، فإنما أنت من نخالة أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فقال: وهل كانت لهم نخالة؟ إنما كانت النخالة بعدهم، وفي غيرهم. [صحيح مسلم: ۱۸۳۰].

”ہم نے حجاز و عراق، مصر و شام اور یمن تمام علاقوں کے علمائے کرام کو دیکھا ہے، ان سب کا مذہب یہ تھا کہ محمد ﷺ کے تمام صحابہ کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات سے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے“ [۱]۔

امام شہاب بن خراش رحمہ اللہ (المتوفی بعد: ١٧٤ھ) فرماتے ہیں:

میں نے اس امت کے اسلاف کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کا صرف ایسا تذکرہ کیا کرو، جس سے ان کے بارے میں محبت پیدا ہو۔ ان کے اختلافات کا تذکرہ نہ کرو؛ کیوں کہ اس سے تم دوسرے لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کا سبب بنو گے“ [۲]۔

امام ابوالحسن، اشعری رحمہ اللہ (٢٦٠ - ٣٢٤ھ) فرماتے ہیں:

---

١) أدركنا العلماء في جميع الأمصار حجازًا، وعراقًا، ومصر، وشامًا، ويمنًا، فكان من مذهبهم ... والترحم علٰي جميع أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، والكف عما شجر بينهم. [كتاب أصل السنة واعتقاد الدين لابن أبي حاتم].

٢) أدركت من أدركت من صدر هٰذه الأمة، وهم يقولون : اذكروا أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تأتلف عليه القلوب، ولا تذكروا الذي شجر بينهم، فتحرشوا الناس عليهم. [الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدي : ٥/٥٣، تاريخ دمشق لابن عساكر : ٢٣/٢١٥، ميزان الاعتدال للذهبي : ٢/٢٨٢، وسنده صحيح].

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے مابین ہونے والے اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھتے ہیں“ [1]۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣ - ٧٤٨ھ) فرماتے ہیں:

ہمارا منہج یہ ہے کہ صحابہ کرام کے (اختلافات کے) بارے میں زبان بند رکھی جائے اور ان کے لیے مغفرت کی دُعا کی جائے، ان کے مابین جو بھی اختلافات ہوئے، ہم ان کا تذکرہ پسند نہیں کرتے؛ بلکہ ایسے طرز عمل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں“ [2]۔

حافظ ابو فدا اسماعیل بن عمر ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰ - ۷۷۴) فرماتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے، ان میں سے بعض ایسے تھے جو بلا قصد و ارادہ واقع ہو گئے، جیسا کہ جنگ جمل والے دن ہوا اور بعض ایسے ہیں جو اجتہادی طور پر سرزد ہوئے، جیسا کہ جنگ صفین والے دن ہوا۔ اجتہاد کبھی غلط ہوتا ہے اور کبھی درست؛ لیکن اجتہاد کرنے والا غلطی بھی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے اور اس کا عذر قبول کیا جاتا ہے اور اگر وہ درست ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں“ [3]۔

---

١) ونتولى سائر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ونكف عما شجر بينهم. [الإبانة عن أصول الديانة، ص : ٢٩].

٢) فسبيلنا الكف والاستغفار للصحابة، ولا نحب ما شجر بينهم، ونعوذ بالله منه. [سير أعلام النبلاء : ٣/٣٩].

٣) وأما ما شجر بينهم بعده عليه الصلاة والسلام، فمنه ما وقع عن غير قصد، كيوم الجمل، ومنه ما كان عن اجتهاد، كيوم صفين. والاجتهاد يخطئ ويصيب، ولٰكن صاحبه معذور وإن أخطأ، ومأجور أيضًا، وأما المصيب فله

نیز فرماتے ہیں:

بلاشبہ دونوں گروہوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی حق کے زیادہ قریب تھے۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے؛ لیکن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مجتہد تھے اور ان کو بھی ان شاءاللہ ایک اجر ملے گا[۱]۔"

حافظ ابوالفضل، احمد بن علی بن محمد، ابن حجر، عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ — ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی بنا پر کسی بھی صحابی پر طعن کرنا حرام ہے، اگرچہ کسی کو ان میں سے اہل حق کی پہچان ہو بھی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اجتہادی طور پر یہ لڑائیاں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے سے در گزر فرمایا ہے، بلکہ اسے ایک اجر ملنا بھی ثابت ہے اور جو شخص حق پر ہوگا، اسے دو اجر ملیں گے[۲]۔"

أجران اثنان. [الباعث الحثيث إلى اختصار علوم الحديث، ص : ۱۸۲] .

۱) إن أصحاب علي أدنى الطائفتين إلى الحق، وهٰذا هو مذهب أهل السنة والجماعة أن عليًّا هو المصيب، وإن كان معاوية مجتهدًا، وهو مأجور، إن شاء الله. [البداية والنهاية : ۲/۲۷۹] .

۲) واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن علٰى أحد من الصحابة، بسبب ما وقع لهم من ذٰلك، ولو عرف الحق منهم؛ لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد، وقد عفا الله تعالى

علامہ، ابو محمد، محمود بن احمد، بدر الدین عینی، حنفی (۷۶۲- ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

" برحق نظریہ جس پر اہل سنت والجماعت قائم ہیں، وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے، ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے، ان کے لیے تاویل کی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ مجتہد تھے اور ان سب کے پیش نظر دلائل تھے، ان اختلافات میں سے کسی صحابی نے کسی گناہ یا دنیاوی متاع کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اجتہاد میں بعض کو غلطی لگی اور بعض درستی کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی معاملات میں اجتہادی غلطی کرنے والے کو گناہ گار قرار نہیں دیا (بلکہ ایک اجر کا حق دار ٹھہرایا ہے)، جبکہ درستی کو پہنچنے والے کا اجر دوگنا کر دیا گیا ہے[1]۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

عن المخطئ في الإجتهاد، بل ثبت أنه يؤجر أجرًا واحدًا، وأن المصيب يؤجر أجرين. [فتح الباري : ١٣/٣٤].

١) والحق الذى عليه أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة، وحسن الظن بهم، والتأويل لهم، وأنهم مجتهدون متأولون، لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، فمنهم المخطئ في اجتهاده والمصيب، وقد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطئ فى الفروع، وضعف أجر المصيب. [عمدة القاري: ١/٢١٢].

نام ونسب، سن اسلام، تعداد مرویات

ابو عبدالرحمن معاویہ ابن ابي سفیان کا سلسلہ نسب یہ ہے: معاویہ بن صخر ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی۔

ماں کا نام ہندہ تھا، نانہالی شجرہ نسب اس طرح ہے: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ امویہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت پر حضرت محمد ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ فتح مکہ سنہ ۸ ہجری کے موقعے پر اسلام کا اظہار کیا اور پھر وفات نبوی سنہ ۱۱ ہجری؛ یعنی تین سالوں تک صحبت خاصہ کا شرف ملا اور پھر نہ صرف یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا؛ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ احادیث بھی روایت کی ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے کل (۱۶۳) حدیثیں روایت کی ہیں۔ چار حدیثوں پر شیخین: بخاری و مسلم کا اتفاق ہے، جب کہ صرف بخاری میں چار اور مسلم میں ان کی پانچ روایتیں آئی ہیں۔

ان سے مروی چند اہم روایتیں:

سعید بن عفیر، ابن وہب، یونس، ابن شہاب، حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتے تو اللہ ہی ہیں (یاد رکھو کہ) یہ امت ہمیشہ اللہ تعالی کے حکم پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ قیامت آ جائے [(١)]۔

محمد بن عبداللہ بن نمیر، عبدہ، طلحہ بن یحیی، معاویہ بن ابی سفیان، حضرت طلحہ بن یحییؒ نے اپنے چچا سے روایت کی، وہ کہتے ہیں: میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک موذن آیا جو آپ کو نماز کی طرف بلا رہا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: موذن قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے [(٢)]۔

---

١) عن حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ – رضي الله عنه – يَخْطُبُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ – صلى الله عليه وآله وسلم – يَقُولُ: '' **مَنْ يُرِدْ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ، وَيُعْطِي اللهُ، وَلَنْ يَزَالَ أَمْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ**''. صحيح البخاري برقم: (٧٣١٢)، صحيح مسلم برقم: (١٠٣٧)، [صحيح].

٢) عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوْزَنِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ – رضي الله عنه – أَنَّهُ قَامَ فِينَا فَقَالَ: «أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وآله وسلم – قَامَ فِينَا فَقَالَ: «**أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْق**. وعَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: «سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وآله وسلم – يَقُولُ:

٤ - عَنْ مُعَاوِيَةَ - رضي الله عنه - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وآله وسلم -: «لَا تُلْحِفُوا فِي الْمَسْأَلَةِ؛ فَوَاللهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّي شَيْئًا وَأَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتُهُ» (رواه مسلم). (وَالْإِلْحَاف: الْإِلْحَاح).

٥ - عن عُمَيْرَ بْنَ هَانِئٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - يَقُولُ «لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ». (رواه مسلم).

ابن سعد کا بیان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کی خوشی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مبارک باد دی[1]۔

حضرت امیر رضی اللہ عنہ بتصریحِ حدیث رسول اکرم ﷺ کی وحی کے کاتب تھے۔ مسلم شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اس کی صراحت ہے:

” وأن تجعل معاوية كاتبًا بين يديك، قال: نعم“[2].

مسند احمد میں بھی اس کی صراحت ہے: ” ادع لي معاوية " وكان كاتبه“[3].

ابن کثیر لکھتے ہیں:

«الْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ“.
صحيح مسلم برقم:(٣٨٧)، [صحيح].

١) (سیرالصحابہ بحوالہ ابن سعد ١٢٨/٧)۔

٢) صحيح الإمام مسلم: (١٩٤٥/٤).

٣) مسند الإمام أحمد : (٢١٧/٥).

"كان أبوه من سادات قريش ، وتفرد بالسؤدد بعد يوم بدر ، ثم لما أسلم بعد ذلك حسن إسلامه ، وكان له مواقف شريفة ، وآثار محمودة في يوم اليرموك وما قبله وما بعده ، وصحب معاوية رسول الله — صلى الله عليه وسلم — ، وكتب الوحي بين يديه مع الكتاب ، وروى عن رسول الله — صلى الله عليه وسلم — أحاديث كثيرة في الصحيحين وغيرهما من السنن والمسانيد ، وروى عنه جماعة من الصحابة والتابعين " (٥٣٥/٨)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ صرف کاتبین وحی صحابہ رضی اللہ عنہم میں شامل فرمالیا تھا؛ بلکہ دربار رسالت ﷺ سے جو فرامین اور خطوط جاری ہوتے تھے،ان کو بھی آپ رضی اللہ عنہ لکھا کرتے تھے۔

"حضور اکرم ﷺ کے کاتبین میں سب سے زیادہ حاضر باش حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔شب و روز کتابت وحی کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی شغل نہ تھا" (علامہ ابن حزم، جامع السیر)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پر مشتمل ایک جماعت " کاتبین وحی " کے نام سے مقرر کی تھی ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو کاتب وحی بنایا تھا۔۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کو کاتب وحی بناتے تھے جو عادل اور امانت دار ہوتا تھا۔(ازالة الخفا،١٤٧ ،شاہ ولی اللہ)۔

امام ابو نعیم اصفہانی نے کہا ہے کہ صحابہ میں عبد اللہ بن عباس، أبو سعید الخدري، أبو الدرداء، جریر، نعمان، عبد اللہ بن عمرو بن العاص، وائل بن حجر اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے۔(معرفة الصحابة، أبو نعیم (٢٤٩٧/٥)۔

جب کہ بعض محققین نے ان سے روایات کی یہ تعداد (٢٣) بتائی ہے، دیکھیے: سل السنان في الذب عن معاوية ابن أبي سفيان۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے قریب ایک سو تریسٹھ مروی احادیث صحیحین اور دیگر سنن و مسانید میں موجود ہیں، صحیحین میں ان کی روایتوں کی تعداد تیرہ ہیں، جب کہ باقی مرویات حدیث کی دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔(البدایہ والنہایہ ٥٥/٨)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ احادیث و آثار کے آئینے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خصوصی دعا دی ہے: اے اللہ! اسے ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعہ اوروں کو ہدایت دے[1]۔

---

١) ”**اللهم أجعله هاديًا مهديًا واهد به**“. رواه البخاري في « التاريخ الكبير » (٢٤٠/٥) ، وأحمد في « المسند » (١٧٩٢٩) ،والترمذي في « جامعه » (٣٨٤٣) ، والطبراني في « المعجم الأوسط » (٦٥٦) ، وفي « مسند الشاميين » (٢١٩٨) ، وابن أبي عاصم في « الآحاد والمثاني » (٣١٢٩) ، والأجري في « الشريعة » (١٩١٤،١٩١٥)، والخطيب في « تاريخه » (٢٠٧/١) ، وأبو نعيم في « الحلية(٣٥٨/٨)، وفي « أخبار أصبهان »

دوسری جگہ فرماتے ہیں: اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب وحساب کا علم دے اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ(۱)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرو(۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امور سلطنت وبادشاہت کے لائق کسی کو نہیں پایا(۳)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں عرب قوم کا کسری قرار دیا ہے: ’’ **هذا كسرى العرب** ‘‘(۴)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: معاویہ کی امارت کو برا نہ سمجھو؛ کیوں کہ جب وہ نہیں ہوں گے، تم سروں کو گردنوں سے اڑتا ہوا دیکھو گے(۵)۔

(١٨٠/١) ، والخلال في « السـنة (٦٧٦)وهو صحيح.

١) عن معاوية بن صالح، عن يونس بن سيف، عن الحارث بن زياد، عن أبي رهم السماعي عن العرباض، سمع النبي – صلى الله عليه وسلم – وهو يدعو إلى السحور في شهر رمضان : **هلم إلى الغداء المبارك** . ثم سمعته يقول: **اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب.** سير إعلام النبلاء للذهبي الجزء (٣).

٢) الجامع السنن للإمام الترمذي.

٣)’’ ما رأيت أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب. يعني معاوية ‘‘. (سعدبن ابی وقاص. تاريخ الإسلام (٥٤٤/٢).

٤) ’’ أسد الغابة ١٤٥/٤).

٥)’’ لا تكرهوا إمارة معاوية، فو الذي نفسي بيده ما بينكم وبين أن تنظروا إلى جماجم الرجال تندر عن كواهلها كأنها الحنظل إلا أن يفارقكم معاوية ‘‘. (مصنف ابن أبي شيبة ٥٤٨/٧).

حضرت عبداللہ ابن عباس نے انھیں صحابہ میں سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے[1]۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُمَا جو آل بیت رسول میں ہیں اور جنھیں حضور ﷺ نے تفسیر قرآن اور فقاہت فی الدین کی دعا دی تھی انھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ اور سلطنت و حکم رانی کے لیے سب سے زیادہ مستحق قرار دیا ہے[2]۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فضائل و مناقب میں کوئی حضرت امیر معاویہ کی ہم سری نہیں کر سکتا[3]۔

حضرت أبو الدرداء رضی اللہ عنہ ان کی نماز کو حضور کی نماز سے سب سے زیادہ مشابہ قرار دیتے ہیں[4]۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اٹھارہ ہزار دینار کا قرض چکایا[5]۔

---

١): " ليس أحدٌ منا أعلم من معاوية " (مصنف عبد الرزاق ٣/ ٢٠).

٢) "إنه فقيه". (أخرجه: البخاري (٣٧٦٥). "ما رأيت رجلا كان أخلق للملك من معاوية"(أخرجه: معمر في جامعه المطبوع مع مصنف عبدالرزاق (٢٠٩٨٥).

٣) " لن يملك أحد هذه الأمة ما ملك معاوية ". (الطبقات الكبرى ٤/ ١١١).

٤) " ما رأيت أحدًا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أشبه صلاةً برسول الله صلى الله عليه وسلم من أميركم هذا يعني معاوية ". (مسند الشاميين ١/ ١٦٨).

٥) قال سعيد بن عبد العزيز: " قضى معاوية عن عائشة ثمانية عشر ألف دينار ". (البداية والنهاية ٨/ ١٣٦).

ایک مرتبہ ایک لاکھ درہم کا عطیہ پیش کیا[1]۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے موافق و مخالف کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت حدیث میں انھیں متہم بالکذب نہیں کیا ہے؛ بلکہ صحابہ، تابعین اور بعد کے سارے علمائے امت کا اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ و تابعین حضرت امیر معاویہ کو روایت حدیث میں قابل استناد سمجھتے تھے[2]۔

حضرت امیر معاویہ کی حلم و فراست اور امانت و دیانت کو دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا والی بنایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں انھیں اس عہدے پر برقرار رکھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اللہ کو گواہ بنا کر کہہ رہے ہیں کہ میں شہروں کا والی ایسے شخص کو بناتا ہوں جو عادل، ثقہ و مستند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا متبع ہو[3]۔

---

١) : وقال عروة رحمه الله : " بعث معاوية مرة إلى عائشة بمئة ألف فو الله ما أمست حتى فرقتها ". (سير أعلام النبلاء ٣/١٥٤).

٢) ''ولم يتهمهم أحد من أوليائهم -لامحاربوهم، ولاغير محاربيهم- بالكذب على النبي -صلى الله عليه وسلم-، بل جميع علماء الصحابة والتابعين بعدهم متفقون على أن هؤلاء صادقون على رسول الله، مأمونون عليه في الرواية عنه"(مجموع الفتاوى، ابن تيمية (٣٥/٦٦).

٣) : اللهم إنِّي أُشهدك على أمراء الأمصار، وإنِّي إنَّما بعثتُهُم عليهم لِيَعدلوا عليهم، ولِيُعلِّموا الناسَ دينَهم وسُنَّةَ نبيِّهم -صلى الله عليه وسلم-، ويَقسموا فيهم فَيْئَهُم، ويَرفَعوا إِلَيَّ ما أشكلَ عليهم مِن أَمرِهم"(أخرجه: مسلم (٥٦٧).

وہ اس معاملہ میں اتنے سخت تھے کہ کسی کافر و منافق کو والی کجا، محرر اور منشی بھی نہیں رکھتے! اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت، عدالت، دیانت وامانت حضرات صحابہ کے مابین متفق علیہ نہ ہوتی تو کیا جلیل القدر صحابہ ان کے بارے میں ایسے تعریفی کلمات ادا کرتے؟

کیا خلیفہ راشد حضرت عمر و عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہما امور مسلمین کا باگ ڈور ایک غیر معتمد شخص کے ہاتھوں دے سکتے تھے؟

اور کیا اتنے بڑے بڑے صحابہ ان سے اقوال رسول روایت کرتے؟

الغرض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین سالہ صحبت نصیب ہوئی ہے اور کاتب وحی ورسائل ہونے کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک مکمل تین غزوات میں شریک رہے، حنین کے مال غنیمت میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سو اونٹ اور (٤٠) اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت فرمایا تھا[١]۔ اس اعتبار سے وہ حضرت سعید بن المسیب اور اصولیین فقہا کے نزدیک بھی صحابی ٹھہرے۔

---

١) ابن سعد، جزء: ٧، ق٢، ص:(١٢٨)،
وتهذيب الأسماء النووی، جلد(١)، ص:(١٠٢)
.

اسے ستم ظریفی کہیے یا تاریخ وسیر سے ناواقفیت! کہ اتنے ٹھوس تاریخی شواہد کے علی الرغم ان کی صحابیت کا انکار کرکے رافضیت کی ترجمانی کی جارہی ہے اور جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کی شان میں زبانِ طعن دراز کی جارہی ہے۔ بتصریح علما ایسا شخص اہل سنت والجماعت سے خارج اور بدعتی ہے[1]۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

اور نگاہِ نبوت میں آپ کا مقام ومرتبہ

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم، بڑے بہادر، ذہین وفطین، باصلاحیت، منتظم سلطنت، بے مثال مدبر، بہترین سپہ سالار اور مایۂ ناز جرنیل تھے۔ اسلام لانے سے پہلے آپ کا شمار سرداران قریش اور "دھاۃ عرب" میں ہوتا تھا، نہایت جرأت مند اور ذکاوت میں ضرب المثل تھے۔ حضرت خالد بن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوکر ۸ھ میں ایمان قبول کیا؛ لیکن خود اپنے ایمان لانے کا تذکرہ جس

---

١) فسبّهم والطعن فيهم إن كان ممن يخالف الأدلة القطعية فكفر، كقذف عائشة وإلا فبدعة وفسق، وبالجملة لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية۔ (شرح العقائد النسفية ١٦١-١٦٢). ومما يوجب أيضًا الإمساك عما شجر أي وقع بينهم من الإختلاف والإضطراب صفحًا عن إخبار المؤرخين... والواجب أيضًا على كل من سمع شيئًا من ذلك يثبته فيه ولا ينسبه إلى أحد منهم۔ (الصواعق المحرقة ٢١٦). إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا لعنة الله على شركم. (سنن الترمذي ٢٫٢٢٥).

طرح کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدینہ طیبہ آنے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے البتہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری اور بیعت علی الاسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی[1]۔

آپ کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کی صلاحیتوں کا خوب استعمال فرمایا ہے۔ خود فرماتے ہیں: " مَا عَدَلَ بِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وبخالد مُنْذُ أَسْلَمْنَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي حَرْبِهِ "[2]: یعنی میرے اور خالد کے ایمان لانے کے بعد میدان جنگ کے لیے آپ نے کسی کو بھی ہم دونوں کے مساوی نہیں سمجھا۔ انھیں آپ ﷺ نے بڑے بڑے صحابہ کرام کی موجودگی میں لشکر کا امیر بنا کر بھیجا ہے غزوہ ذات السلاسل کے لیے جانے والے لشکر میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما بھی موجود ہیں؛ لیکن امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

فتح مکہ کے معاً بعد آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ صحابہ کرام کو قبیلۂ ہذیل کے بت سواع کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو اس کے مجاور نے کہا: تم لوگ اس کو توڑ نہیں سکتے یہ خود اپنی حفاظت

---

۱) (الإصابة ج :۵ ص ۲، سير أعلام النبلاء ج: ۱ ص: ۳۸۲، ۳۸۴). ومجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۰ بحوالہ طبرانی، واصابہ ج ۲ ص ۱۰۰).

۲)(فتح الباری ج ۷ ص ۲۶ و مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۲ بحوالہ طبرانی واصابہ ج ۵ ص ۲ و سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۷ ـ).

کرے گا؛ لیکن جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس کو توڑ دیا تو وہ مجاور اپنے معبود کی بے کسی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ایمان لانے کی بڑی قدر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں: "أسلم الناس وأمن عمرو بن العاص" [1] ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو بن العاص دل سے ایمان لانے والے ہیں۔

آپ کو بھی ایمان لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے غیر معمولی محبت اور الفت ہو گئی تھی۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے: "ایمان لانے کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب و محترم نہ تھا اور میرے دل میں آپ کی عظمت و جلالت کا یہ حال تھا کہ میں نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کو کہے تو میں آپ کا حلیہ بھی بیان نہ کر سکوں گا؛ اس لیے کہ میں کبھی آپ کو نظر بھر کر دیکھ نہ سکا تھا" [2] ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کی اس محبت کا اعتراف فرماتے تھے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے حق میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا۔ " **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى**

---

۱) (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۶۵ ـ).

۲) "ما كان أحدٌ أحبَّ إليّ من رسـول الله – صلّى الله عليه وسلّم–، ولا أجل في عيني منه، وما كنتُ أطيق أن أملأ عينيَّ منه إجلالًا له، ولو سئلت أن أصفه ما أطقت؛ لأني لم أكن أملأ عينيَّ منه [أخرجه مسلم، كتاب الإيمان، ح۱۹۲].

عَمْرِو بنِ العَاصِ، فَإِنَّهُ يُحِبُّكَ وَيُحِبُّ رَسُوْلَكَ '' [۱] :الٰہی ! عمرو بن العاص پر رحمتیں نازل فرمایئے، اس لیے کہ وہ آپ سے اور آپ کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ایک بار حضور ﷺ نے آپ کے لیے تین بار یرحم اللہ عمروًا: (اللہ عمرو بن العاص پر رحم فرمائے) دعا فرمائی۔ کسی صحابی نے اس کی وجہ دریافت کی، تو فرمایا: وہ اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔

جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: عمرو بن العاص قریش کے بہترین لوگوں میں سے ہیں [۲]۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خبر بھیجی کہ کپڑے پہن کر اور ہتھیار لگا کر (یعنی جہاد کے لیے تیار ہو کر) چلے آؤ۔جب وہ آگئے تو حضور ﷺ نے آپ سے فرمایا: میں تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں جہاں سے اِن شاء اللہ تم سالماً غانماً واپس آؤ گے۔وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! میں مال کی خاطر اسلام نہیں

---

۱) كتاب الامامه والرد على الرافضة لأبي نعيم (۲۲۶).

۲) حَدَّثَنَا إِسْحَاق بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِي قُرَيْشٍ ". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ ، وَنَافِعٌ ثِقَةٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ ، وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُدْرِكْ طَلْحَةَ . جامع الترمذي رقم الحديث: (۳۸۰۹).حديث مرفوع.

لایا، میرا مقصود محض اسلام ہے۔ آپ نے فرمایا: ''**نعم المال الصالح للرجل الصالح**'' (اللہ کے نیک بندہ کے لیے پاکیزہ مال بہترین سرمایہ ہے [1])۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

کے خلاف روافض کے بے بنیاد الزامات اوران کی حقیقت

اتنی ساری خوبیوں کے باوجود حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی سبائیوں اور روافض کی سازشوں اور من گھڑت و بے بنیاد الزامات سے محفوظ نہ رہ سکے اور حضرت امیر معاویہ ہی کی طرح تاریخ کی مظلوم شخصیتوں میں شامل ہوگئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر سب سے بڑا الزام حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما کے مابین ثالثی کے فیصلے میں عیاری دکھلانے اور قرآن کریم کو نیزوں پر بلند کرنے کا ہے؛ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سارے الزامات من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔

آپ پر سب سے بڑے اعتراض کا سبب ابو مخنف کی وہ روایت ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے مشورہ کے مطابق ایک جنگی چال کے طور پر جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر سے قرآن کو نیزوں پر بلند کروایا؛ تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر

---

١): (صحيح البخاري برقم: ٣٦٦٢).

میں پھوٹ پڑ جائے۔ ابو مخنف کی اس روایت کو لے کر رافضیوں اور نام نہاد سنیوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے دل کی کالک سے کئی کئی صفحے کالے کیے ہیں۔ حالانکہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ ابن کثیر میں اس روایت کے ساتھ اسی واقعہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بھی ایک باسند روایت نقل کی ہے اور اس کے علاوہ صحیح سندوں سے اس بابت ان گنت روایات مروی ہیں۔

ان ناقدین اصحاب کو اس سبائی کی روایت تو نظر آگئی؛ مگر اسی صفحہ پر یہ روایت نظر نہیں آئی جسے ایک صحابی روایت کر رہے ہیں:

"حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم صفین میں تھے، جب اہل شام کے ساتھ جنگ خوب زور پکڑ گئی، شامی ایک ٹیلے پر چڑھ گئے، پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کی طرف قرآن بھیج کر ان کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں، وہ ہرگز انکار نہ کریں گے، تب قرآن مجید لے کر ایک آدمی معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا، اس نے کہا: ہمارے اور آپ کے درمیان یہ اللہ کی کتاب فیصلہ کرنے والی ہے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، میں تو اس کا زیادہ حق دار ہوں، ٹھیک ہے ہمارے اور تمھارے درمیان یہ کتاب اللہ ہے جو فیصلہ کرے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ صفین میں شرکت کرنے والے صحابی حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مشورے سے نہ تو قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کر کے بے حرمتی کی گئی، نہ علی رضی اللہ عنہ کے

لشکر میں تفرقہ پھیلانے کے لیے اور شکست سے بچنے کے لیے یہ ایک جنگی چال اختیار کی گئی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات کا احساس تھا کہ سبائیوں اور قاتلان عثمان نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ جنگ ایک چال کے طور پر مسلمانوں کے درمیان شروع کروا دی ہے جس سے دونوں طرف مسلمان شہید ہو رہے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو اس بڑے جانی نقصان سے بچانے کے لیے یہ مخلصانہ کوشش کی اور ایک آدمی کو قرآن دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر یہ پیش کش کی، ہم اس فتنے میں قرآن مجید کو اپنا حکم بنالیں اور اسی کے مطابق فیصلہ کرلیں، جسے علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر منظور کرلیا کہ میں تو قرآن کے فیصلے کی طرف دعوت دینے اور اس پر عمل کرنے کا زیادہ حق دار ہوں؛ چنانچہ بعد میں اسی مشورے کے مطابق واقعہ تحکیم ہوا اور اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذریعے ایک بڑے جانی نقصان اور فتنے سے بچالیا۔

مسند احمد میں ہے: (۳/ ٤٨٥)(١٥٩٧٥) من طريق حبيب بن أبي ثابت قال: أتيت أبا وائل أحد رجال علي بن أبي طالب فقال: كنا بصفين، فلما استحر القتل بأهل الشام قال عمرو لمعاوية: أرسل إلى عليّ المصحف؛ فادعه إلى كتاب الله، فإنه لا يأبى عليك، فجاء به رجل فقال: بيننا وبينكم كتاب الله {أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ} [آل عمران:٢٣]، فقال علي: نعم، أنا أولى بذلك، فقام القُراء - الذين صاروا بعد ذلك خوارج -

بأسيافهم على عواتقهم فقالوا: يا أمير المؤمنين ألا نمشي إلى هؤلاء حتى يحكم الله بيننا وبينهم؟ فقام سهل بن حنيف الأنصاري رضي الله عنه فقال: أيها الناس اتهموا أنفسكم، لقد كنا مع رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، يوم الحديبية، ولو نرى قتالاً لقاتلنا، وذلك في الصلح الذي بين رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – وبين المشركين ، ثم حدثهم عن معارضة عمر رضي الله عنه للصلح يوم الحديبية ونزول سورة الفتح على رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، فقال علي: أيها الناس إن هذا فتح، فقبل القضية ورجع، ورجع الناس[١].

قصہ تحکیم میں قرآن مجید کو نیزوں پر اٹھانے وغیرہ والی بات ابو مخنف راوی کے حوالے سے آئی ہے جب کہ یہ راوی شیعہ، مدلس، ضعیف، متروک، قصہ گو اور نا قابل اعتبار ہے[٢]۔

---

١) إسناده صحيح على شرط الشيخين. يعلى بن عبيد: هو الطنافسي. وأخرجه البخاري (٤٨٤٤) ، وليس فيه رفع المصاحف ولا إرسال مصحف وإنما فيه إيحاء لذلك وهو قوله :(يدعون إلى كتاب الله))، والنسائي في"الكبرى" (١١٤٤٠) ، وأبو عوانة في مستخرجه (٦٨٠٢) والطبري في التفسير(٧٠/٢٦) والبيهقي في السنن (٢٢٢/٩)من طريق يعلى بن عبيد، بهذا الإسناد. وأخرجه ابن أبي شيبة (٤٣٨/١٤-٤٣٩) و(٣١٧/١٥-٣١ والبخاري (٣١٨٢) ومسلم (١٧٨٥) (٩٤) ، وابن أبي عاصم في الآحاد والمثاني (١٩١٢) مختصرًا، والطبراني في "الكبير" (٥٦٠٤) ، والبيهقي (٢٢٢/٩) من طريقين عن عبد العزيز بن سياه، به.وذكره ابن كثير في جامع المسانيد والسنن.(٨٩/٤)(٤٩٣٦).

٢) (قال الذهبي (١٠/٧) رَوَى عَنْ: جَابِرٍ الجُعْفِيِّ، وَمُجَالِدِ بنِ سَعِيْدٍ، وَصَقْعَبِ بنِ زُهَيْرٍ، وَطَائِفَةٍ مِنَ المجهولين. قَالَ يَحْيَى بنُ مَعِيْنٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مَتْرُوْكُ الحَدِيْثِ. وَقَالَ

کیا صحابہ کی صف میں منافقین بھی تھے؟

صحابی کی تعریف کے ذیل میں مذکور قید ''جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو'' سے منافق شخص صحابی ہونے سے خود ہی خارج ہو گیا۔ اس کے علاوہ دلوں میں کفر و نفاق چھپانے والے منافقین، صحابہ کے مابین معروف تھے، کسی نے بھی کبھی کسی منافق کو صحابی رسول نہیں سمجھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول

الدَّارَقُطْنِيُّ: أَخْبَارِيٌّ ضَعِيْفٌ. وقال العباس بن محمد الدوري قال سمعت يحيى بن معين يقول أبو مخنف ليس بثقة، نا عبد الرحمن قال سمعت أبي يقول أبو مخنف متروك الحديث.الجرح والتعديل (١٨٢/٧). وقال الذهبي في ميزان الاعتدال ٦٩٩٢ - لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به. تركه أبو حاتم وغيره.وقال الدارقطني: ضعيف.وقال ابن معين: ليس بثقة.وقال - مرة: ليس بشئ. وقال ابن عدي: شيعي محترق، صاحب أخبارهم. وكذلك نقله الحافظ في لسان الميزان (٤٩٢/٤). الرجل الثاني : أبو جنابٍ الكلبي. قال البخاري في التاريخ الكبير (٢٦٧/٨)كَانَ يحيى القطان يضعفه. قال البخاري وأبو حاتم: كان يحيى القطان يضعفه، وقال أحمد، وابن معين، وأبو داود: كان يدلس . وذكره ابن حبان في الثقات، والمجروحين، التهذيب ((١١/ ٢٠١).(الجرح والتعديل (١٣٩/٩). وقال النسائي في الضعفاء والمتروكين(١٠٩/١): ضَعِيف كُوفِي. وقال ابن أبي حاتم أنا عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل فيما كتب إلي قال :قال أبي قال أبو نعيم: أبو جناب ثقة، كان يدلس أحاديثه مناكير. وقال يحي بن مَعِينٍ وَذُكِرَ عِنْدَهُ أَبُو جَنَابٍ الْكَلْبِيُّ فَقَالَ ضَعِيفٌ ضَعِيفٌ. وفي الكامل في الضعفاء (٥١/٩).

مسلم شریف میں مروی ہے: " **وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُومُ النِّفَاقِ** "(١).

غزوہ تبوک میں شرکت سے پیچھے رہ جانے اور سورہ توبہ کے نزول کے بعد تو منافقین بالکل اوپن ہو گئے تھے، چنانچہ صحابی رسول کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو اس غزوہ میں پیچھے رہ گئے تھے وہ خود کہتے ہیں: فَكُنْتُ إِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِيهِمْ ، أَحْزَنَنِي أَنِّي لاَ أَرَى إِلَّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ ، أَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ "(٢).

ابن تیمیہ کہتے ہیں: مہاجرین میں ایک بھی منافق نہیں تھا:" ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ مُنَافِقٌ (٣).

چوں کہ ایمان اور کفر و شرک کیفیت باطنی کے نام ہیں، بظاہر یہ یقین سے جاننا مشکل ہے کہ کون منافق ہے اور کون کافر؟ لیکن چال ڈھال اور بول چال سے اسے پرکھ لینا مشکل نہیں تھا۔ قال تَعَالَى: وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ [سُورَةُ مُحَمَّدٍ: ٣٠] ، وَقَالَ: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ [سُورَةُ مُحَمَّدٍ: ٣٠] .

١) أخرجه مسلم في صحيحه. (٦٥٤).

٢) أخرجه البخاري (٤٤١٨) ، ومسلم (٢٧٦٩) .

٣) (منهاج السنة النبوية" (٤٧٤/٨) .

لیکن غزوۂ تبوک کے بعد اب منافقین کا حال مجموعی طور پہ صیغہ راز میں نہ رہ سکا، اس کے باوجود آج تک یہ ثابت نہ ہو سکا کہ کسی منافق نے کوئی ایک حدیث روایت کی ہو! مرداوي "التحبير شرح التحرير" (١٩٩٥/٤) میں لکھتے ہیں: " قَالَ الْحَافِظ الْمزي: من الْفَوَائِد أَنه لم يُوجد قطّ رِوَايَة عَمَّن لمز بالنفاق من الصَّحَابَة – رَضِي الله عَنْهُم " انتهى.

شیخ الاسلام ابن تیمیۃ "منهاج السنة النبوية" (٤٧٤/٨) میں کہتے ہیں: " وَالصَّحَابَةُ الْمَذْكُورُونَ فِي الرِّوَايَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَالَّذِينَ يُعَظِّمُهُمُ الْمُسْلِمُونَ عَلَى الدِّينِ : كُلُّهُمْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ بِهِ ، وَلَمْ يُعَظِّمِ الْمُسْلِمُونَ -وَلِلَّهِ الْحَمْدُ -عَلَى الدِّينِ مُنَافِقًا " انتهى .

جہاں تک سورہ الحجرات کی آیت " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (٦) " کے شان نزول کا مسئلہ ہے تو اس آیت کا صحابی رسول حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہونا قطعیت سے ثابت نہیں۔ امام رازی تفسیر "مفاتیح الغیب" (٩٨/٢٨)، اور ابن عاشور تفسیر "التحریر والتنویر" (٢٦٩/٢٦)، اور محب الدین الخطیب "العواصم من القواصم" لابن العربي (ص: ١٠٢) کے حاشیے میں اس کی نفی کرتے ہیں۔امام رازي لکھتے ہیں: "ويتأكد بما ذكرنا أن إطلاق لفظ الفاسق على

الوليد شيء بعيد ، لأنه توهم وظن ، فأخطأ ، والمخطئ لا يسمى فاسقًا" انتهی[1]۔

اگر بالفرض آیت کا تعلق ولید بن مغیرہ ﷺ سے ثابت ہو بھی جائے تو انھوں نے توبہ کی ہوگی اور کعب بن مالک اور حاطب بن بلتعہ وغیرہ کی طرح ان کی توبہ قبول ہوگئی ہوگی توبہ کر لینے کے بعد عدالت بحال ہو جاتی ہے۔

ابن العربی کہتے ہیں:"وليست الذنوب مسقطةً للعدالة إذا وقعت منها التوبة" انتهی[2]۔

اسی لیے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلق کی زکات وصولی پر مامور فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوفے کا گورنر بنایا[3]۔

کیا یہ دونوں خلفائے راشدین فاسق یا غیر معتبر وغیر ثقہ شخص کو اتنا بڑا عوامی منصب دے سکتے ہیں؟؟

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طعن کرنے سے صاف لفظوں میں منع فرمایا ہے۔ سخاوی "فتح المغیث " (۱۱۲/۳) میں کہتے ہیں:" وأما الوليد وغيره ممن ذكر بما أشار إليه فقد كف النبي صلى الله عليه وسلم من لعن بعضهم بقوله :

---

۱) (۲۷۱/۱٤).

۲) من "العواصم من القواصم" (ص ٩٤).

۳) "البداية والنهاية" (٦٠٤/١١) .

(لا تلعنه فوالله ما علمت إلا أنه يحب الله ورسوله) ، كما كف عمر عن حاطب رضي الله عنهما قائلًا له : (إنه شهد بدرًا ، وما يدريك لعل الله اطلع على أهل بدر ، فقال : **اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم)** ، لا سيما وهم مخلصون في التوبة فيما لعله صدر منهم ، والحدود كفارات ، بل قيل في الوليد بخصوصه : إن بعض أهل الكوفة تعصبوا عليه فشهدوا عليه بغير الحق ، وبالجملة فترك الخوض في هذا ونحوه متعين" انتهى .

اس لیے عقبہ بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے واقعے سے صحابہ کرام کی عدالت وثقاہت کے اجماعی عقیدے پر کوئی فرق نہیں پڑتا!

خلاصۂ بحث

رسول ﷺ کے صحابہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے، بستان نبوت کے مہکتے پھول، آفتاب رسالت کی چمکیلی شعائیں اور آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں ہیں، جنھوں نے دین اسلام کی ترویج اور حق کی اشاعت وحفاظت کے لیے اپنی زندگیاں لٹادیں۔ عقائد وایمان، دیانت وتقوی، صدق واخلاص کے باب میں ان نفوس قدسیہ کے قدسی صفات کی سند خود رب العالمین نے قرآن مجید میں دی ہے، صحابہ کرام کے ہر ہر فرد کے اجتماعی وانفرادی کردار فرزندان توحید کے لیے تاقیامت مشعل راہ ہیں؛ کیوں کہ بقول ابن تیمیہ مرحوم: مجموعی حیثیت سے انبیا علیہم السلام کے بعد افراد انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابہ کرام سے بہتر سیرت وکردار کی نظر نہیں آتی۔ یہ مقدس گروہ انبیائے کرام کی طرح اگرچہ معصوم نہیں تھا اور بر بنائے بشریت اجتہادی

واضطراری طور پر ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں؛ تاہم رب کریم نے سب پر معافی کا قلم پھیر کر انھیں اپنی رضا کا پروانہ عطا کردیا، صحابہ کرام امت اسلامیہ کے بڑے محسن ہیں، ان کی عظمت و تقدس کا اعتراف، ان کی آپسی چپقلشوں، لڑائی جھگڑوں اور اختلافات پر کف لسان کرنا واجب اور ضروری ہے، ان سے محبت کرنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کے ہم معنی ہے۔ جب کہ ان کی مخالفت، تنقید اور تنقیص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے مترادف اور حضور ﷺ کو روحانی اذیت پہونچانا ہے، جو زندیقیت، گم راہی اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔ اللهم ارزقني حبك وحب من يحبك يا رب العالمين آمین.

شکیل منصور قاسمی بیگوسرائیوی

۲ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ

باسمہ تعالی

حضرات صحابہ: تعریف وعدالت

تحریر حافظ ابن حجر عسقلانی: مقدمہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ
ترجمانی: محمد عبید اللہ الاسعدی، استاذ جامعہ عربیہ ہتورہ ضلع باندہ یوپی

صحابی کون؟

صحابہ کی تعریف:

مجھ کو صحابی کی تعریف کے سلسلہ میں صحیح ترین جو بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ: ”صحابی وہ شخص ہے جو حضور ﷺ سے اس حال میں ملے کہ وہ ان پر ایمان رکھتا ہوں اور اسلام ہی پر اس کی موت ہو“۔

اس تعریف میں وہ سارے لوگ داخل ہیں جن کی ملاقات حضور ﷺ سے ایمان کے حال میں ہو، خواہ اس کی آپ کے ساتھ ہم نشینی مختصر ہو یا طویل اور خواہ آپ سے اس نے کوئی روایت نقل کی ہو یا نہیں۔ نیز خواہ آپ کے ساتھ جنگ کی ہو یا جنگ نہ کی ہو، اسی طرح اس تعریف میں وہ شخص بھی داخل ہے جس نے ایمان کے حال میں آپ کو دیکھا ہو، اگرچہ آپ کے ساتھ بیٹھا نہ ہو، نیز وہ بھی جو ملا تو ہو لیکن کسی عارض کی وجہ سے آپ کو دیکھ نہ سکا ہو جیسے کہ وہ نابینا ہو۔

تعریف میں آپ ﷺ پر ایمان کی قید کی وجہ سے وہ آدمی نکل گیا جو کفر کے حال میں آپ ﷺ سے ملا ہو، اور بعد میں اسلام بھی لے آیا ہو لیکن اسلام کے حال میں آپ سے ملاقات نہ ہوئی ہو۔

اسی طرح اس تعریف میں وہ آدمی داخل نہیں جو ایمان کے حال میں آپ ﷺ سے ملا لیکن اس کا ایمان آپ پر نہیں بلکہ دوسرے انبیاء پر تھا، جیسے: وہ اہل کتاب جو آپ کی بعثت و نبوت سے پہلے آپ سے ملے۔

البتہ ان اہل کتاب کا معاملہ محل تامل ہے جو آپ ﷺ سے ملے اس یقین و ایمان کے ساتھ کہ آپ کو نبوت ملنے والی ہے۔ جیسے بحیرا راہب اور ان جیسے لوگ۔

اور تعریف میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ایمان کے حال میں آپ سے ملاقات کے بعد موت بھی ایمان پر ہوئی ہو اس کی وجہ سے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے باہر ہو گئے جو آپ ﷺ پر ایمان کے ساتھ آپ سے ملے اور بعد میں مرتد ہو گئے اور ارتداد کے حال میں ان کی موت ہوئی۔ (عیاذا باللہ) چند لوگ ایسے ہوئے ہیں: جیسے: عبید اللہ بن جحش جو آپ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور حضرت ام حبیبہ کے شوہر تھے۔ یہ اپنی بیوی ام حبیبہ کے ساتھ اسلام لائے اور ان کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی، لیکن وہاں جا کر نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حال میں ان کی موت ہو گئی۔

ایسے ہی عبد اللہ بن خطل جس کو فتح مکہ کے موقع پر قتل کیا گیا حالانکہ وہ بیت اللہ کے پردہ سے چمٹا ہوا تھا۔

البتہ اگر کوئی مرتد ہوا اور اسلام دوبارہ قبول کر لیا اور پھر اسلام پر ہی اس کی موت ہوئی تو صحابہ میں داخل ہے خواہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد آپ سے ملا ہو یا نہ ملا ہو یہی صحیح و معتمد قول ہے۔

ایسی صورت میں جبکہ ارتداد کے بعد اسلام قبول کر کے آپ ﷺ سے ملنے کا شرف بھی حاصل ہو گیا تو اس کے صحابہ میں داخل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

البتہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد اگر آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تو کچھ اختلاف ہے، لیکن یہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے کہ علمائے حدیث نے حضرت اشعث بن قیس کو بالاتفاق صحابہ میں شمار کیا ہے اور ان کی روایات کو صحاح و مسانید میں ذکر کیا ہے، حالانکہ وہ مرتد ہونے کے بعد عہد صدیقی میں دوبارہ اسلام لے آئے تھے۔

صحابی کی مذکورہ تعریف جو شروع میں آئی ہے یہ تعریف محققین علماء امت کے صحیح ترین و راجح قول پر مبنی ہے۔ امام بخاری، ان کے شیخ امام احمد نیز دیگر یہ رائے رکھنے والے، سب اس پر متفق ہیں۔

اقوال تو اور بھی ہیں مگر وہ شاذ ہیں۔ مثلاً:

(ا) صحابی وہی شمار کیا جائے گا جس کے اندر چار اوصاف میں سے کوئی وصف پایا جائے: (الف): اس کی ہم نشینی وہ مجالست طویل ہو۔ یا (ب): اس کی روایت محفوظ ہو۔ یا (ج): یہ ثابت ہو کہ اس نے آپ کے ساتھ جنگ کی۔ (۴): یا آپ کے سامنے اس کی شہادت ہوئی ہو۔

صحابیت کی صحت و اعتبار کے لئے بلوغ یا مجالست و ہم نشینی ضروری ہے خواہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

کچھ حضرات نے ایک بات یہ کہی ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ کو ایمان کے حال میں دیکھ لیا(اگرچہ ملا نہیں)وہ صحابی ہے۔

تو اس قول کا اعتبار ایسے حضرات کے حق میں ہے جنہوں نے تمیز و شعور کے حال میں آپ کو دیکھا ہو۔

اور جو اپنے دیکھنے کے وقت تمیز و شعور نہ رکھتا ہو اس کے حق میں یہ کہنا کہ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہے یہ کہنا صحیح نہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کو دیکھا ہو۔

تو ایسا شخص جو تمیز والا نہ ہو اور آپ ﷺ نے اس کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے دیکھنے کی وجہ سے صحابی شمار ہو گا، البتہ روایات و نقل حدیث میں اس کو تابعی شمار کیا جائے گا۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے آپ ﷺ کو ایمان کے حال میں دیکھا تو لیکن آپ کی وفات کے بعد دفن سے پہلے۔ تو کیا اس کو بھی صحابی شمار کریں گے؟ راجح یہ ہے کہ وہ صحابی شمار نہیں ہو گا۔ جیسے ابن ابی ذئب ہزلی شاعر کے متعلق آتا ہے۔

اسی طرح صحابیت اور اس شرف کے حصول کی نسبت سے علمائے امت سے بعض اور باتیں بھی منقول ہیں:

مثلاً ابن عبد البر مالکی کا قول ہے کہ ۱۰ھ جو حجۃ الوداع کا سال ہے اس میں مکہ و طائف کا ہر آدمی اسلام لا چکا تھا اور سب حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔

اسی طرح بعض حضرات کا قول ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کے آخری دنوں میں اوس و خزرج کا ہر آدمی اسلام لا چکا تھا اور آپ کی وفات کے وقت مدینہ منورہ میں ان کا کوئی آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو کفر پر ہو۔

صحابہ کی عدالت:

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں اس میں صرف مبتدعین میں سے کچھ لوگوں کا اختلاف ہے۔

خطیب نے اپنی کتاب "الکفایہ میں اس بابت بہت اچھا تذکرہ کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کی عدالت اللہ تعالی کی طرف سے ان کے لئے تعدیل سے ثابت و معلوم ہے۔اور حق تعالی نے ان کی پاکیزگی اور ان کے لیے عدالت کے اختیار وانتخاب کو ذکر فرمایاہے۔اس سلسلہ کے ارشادات میں سے ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [۱]

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا [۲]

---

۱) ۳- سورة آل عمران : (۱۱۰).

۲) ۲- سورة البقرة : (۱٤۳).

لَّقَدۡ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ يُبَايِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمۡ (١)

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ (٢)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَسۡبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٦٤﴾ (٣)

لِلۡفُقَرَآءِ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخۡرِجُواْ مِن دِيَٰرِهِمۡ وَأَمۡوَٰلِهِمۡ يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضۡوَٰنٗا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّٰدِقُونَ ﴿٨﴾ (٤)

مزید اس آیت کے بعد کی بھی آیات۔

اس بابت بہت سی آیات ہیں اور احادیث بھی مشہور ہیں، اس موقع سے ان سب کے ذکر و تذکرہ میں طول ہو جائے گا۔

ان آیات و احادیث کا مجموعہ ان حضرات کی عدالت و تعدیل کی قطعیت کا تقاضہ کرتا ہے، اور حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی تعدیل کے بعد ان میں سے کسی کو خلائق میں سے کسی کی طرف سے تعدیل کی ضرورت نہیں ہے۔

جب کہ بات یہ ہے کہ اگر حق تعالی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کے حق میں اس قسم کی کوئی بات نہ پائی جاتی جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے تو خود ان کا حال

---

١) ٤٨- سورة الفتح: (١٨).

٢) ٩- سورة التوبة: (١٠٠).

٣) ٨- سورة الأنفال: (٦٤).

٤) ٥٩- سورة الحشر: (٩/٨).

اس بات کو چاہتا ہے کہ ان کو قطعی طور پر عادل مانا جائے اور ان کی پاکیزگی کا عقیدہ رکھا جائے۔

ان کے حال سے مراد ہجرت، نصرت، جہاد، جان و مال کی قربانی، اولاد و آباء و اجداد سب کی شہادت، دین کی خیر خواہی اور ایمان و یقین کی قوت ہے۔

صحابہ سب کے سب اپنے بعد جملہ آنے والوں سے اور ان تمام عادل لوگوں سے بہتر و افضل ہیں، جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔ یہ تمام علماء کا اور معتمد لوگوں کا مذہب ہے۔

اس کے بعد خطیب نے ابو زرعہ رازی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ بر حق ہیں، قرآن بر حق ہے اور رسول جو لے کر آئے سب بر حق ہیں اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہنچایا ہے اور اس قسم کے لوگ جو صحابہ کی تنقیص کرتے ہیں وہ ہمارے گواہوں کو مجروح قرار دینا چاہتے ہیں تاکہ اس طرح کتاب و سنت کو باطل قرار دے سکیں، ایسے لوگ خود مجروح اور زندیق ہیں"۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل میں بہت سی آحادیث آئی ہیں ان میں سب زیادہ واضح و مضبوط ترمذی و ابن حبان کی روایت ہے۔ جس کو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا ہے:

«اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ»[1].

"اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے حق میں، ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرے گا مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے نفرت کرے گا وہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کرے گا، جو ان کو تکلیف دے گا وہ مجھ کو تکلیف دے گا اور جو مجھ کو تکلیف دے گا وہ اللہ کو تکلیف دے گا اور جو اللہ کو تکلیف دے گا تو اللہ جلد ہی اس کی گرفت کرے گا"۔

ابن حجر کا قول ہے:

صحابہ رضی اللہ عنہم سارے کے سارے قطعی طور پر جنتی ہیں۔ اللہ تعالی شانہ کا ارشاد ہے: لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ ٱلْفَتْحِ وَقَـٰتَلَ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُوا۟ مِنۢ بَعْدُ وَقَـٰتَلُوا۟ ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ [2]

نیز فرماتے ہیں: إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُو۟لَـٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ [3]

---

١) أخرجه الترمذي في جامعه برقم: (٣٨٦٢) وقال: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

٢) ٥٧- سورة الحديد: (١٠).

٣) ٢١- سورة الأنبياء: (١٠١).

ان آیات سے معلوم ہوا کہ سب کے سب جنتی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس لئے کہ پہلی آیات کا مصداق و مخاطب وہی لوگ ہیں۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ان آیات میں تو قید لگی ہے؛ پہلی آیت میں انفاق (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) اور قتال (اللہ کی راہ میں جنگ) کی اور دوسری (وَٱلسَّـٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَـٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ [۱]) میں احسان کی۔ تو ان قیود سے خالی لوگ فضیلت سے نکل جائیں گے۔

جب کہ یہ آیات مقصود میں سب سے صریح و واضح ہیں اسی وجہ سے مازری نے برہان کی شرح میں کہا ہے:

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سارے لوگ مراد ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی دن بھی دیکھ لیا یا یہ کہ ذرا دیر کی بھی زیارت حاصل کرلی، یا یہ کہ کسی غرض و مقصد کے تحت آپ کے پاس آئے اور ضرورت پوری کر کے چلے گئے بلکہ ہماری مراد تو وہ حضرات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خوب رہے اور آپ کی خوب تقویت و نصرت کی اور آپ کے ساتھ نازل شدہ امور کی انہوں نے اتباع کی در اصل کامیاب تو ایسے ہی لوگ ہیں۔

---

۱) ۹- سورة التوبة: (۱۰۰).

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قیدیں غالب حال کی رعایت میں آئی ہیں ورنہ تو مقصود یہ ہے کہ وہ راہ خدا میں خرچ و جنگ سے کسی طرح کا تعلق رکھتے ہوں خواہ عملاً و فعلا اور خواہ ارادۃ و صلاحیۃ کہ موقع پڑنے پر پیچھے نہ ہٹیں۔

رہی مازری کی بات تو انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس پر کسی نے ان کی موافقت نہیں کی ہے بلکہ اس پر تو فضلا کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔

شیخ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں:

"یہ عجیب و غریب بات ہے جو عدالت کے حکم واحد سے بہت سے ایسے حضرات کو باہر کرنے والی ہے کہ جو صحبت و صحابیت نیز روایت میں معروف ہیں۔ جیسے: حضرت وائل بن حجر، حضرت مالک بن حویرث، حضرت عثمان بن العاص وغیرہ رضی اللہ عنہم جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑا ہی وقفہ خدمت میں رہ کر واپس ہو گئے"۔

اسی طرح ایسے حضرات بھی باہر ہو جائیں گے جن کی بس ایک حدیث ہی معلوم و معروف ہے اور یہ معلوم نہیں کہ وہ خدمت میں کتنا وقت رہے، ایسے لوگ جو اعراب و قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور حاضر ہوتے رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں عموم عدالت کا قول ہی جمہور کا قول و مصرح قول ہے اور وہی معتبر ہے۔

صحابہ چاہے بہت معمولی وقفہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے ہوں ان کی عظمت و تعظیم حضرات خلفاء راشدین وغیرہ کے نزدیک مسلم و طے شدہ تھی۔

چنانچہ محمد بن قدامہ مروزی کی کتاب ''الخوارج'' کے اندر میں نے پڑھا ہے انہوں نے نبیح عنزی سے، اور میں نے دمشق میں شیخ ابوالحسن علی بن احمد مرواری کی کتاب میں بھی پڑھا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی سند کے واسطہ سے عنزی سے نقل کیا ہے۔

نبیح کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک دن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے وہ ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر چل پڑا، تو ایک آدمی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کچھ کہا اس پر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:

ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اجتماعی طور پر ٹھہرا اور رہا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہم ایک جماعت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، ایک جگہ ہمارا قیام ہوا تو وہاں اتفاق سے ایک حاملہ عورت موجود تھی، ہمارے ساتھ ایک بدوی شخص تھا، اس نے اس حاملہ عورت سے کہا کہ کیا تم یہ پسند کروں گی کہ تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہو (لڑکی کے بجائے) اس نے کہا: ہاں، اس نے کہا کہ اگر تم مجھ کو ایک بکری دے دو تو تمہارے یہاں لڑکا ہی ہوگا، اس نے اس بدوی کو ایک بکری دے دی۔

اس نے بکری لے کر کچھ مسجع الفاظ کہے اور اس کے بعد اس بکری کو ذبح کیا اور پکایا، ہم سب نے مل کر کھایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ اور کھانے میں شریک تھے، ان کو جب پورے واقعہ کا علم ہوا تو وہ اٹھ گئے، اور جو کھانا کھایا تھا، قے کر کے باہر نکال دیا۔

ایک عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ وہی بدوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اور اس پر یہ الزام تھا کہ اس نے حضرات انصار کی ہجو و مذمت کی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی ہے، اس صحبت سے اس نے کیا حاصل کیا مجھ کو معلوم نہیں لیکن یہ صحبت یافتہ ہے ورنہ تو میں تمہاری طرف سے کفایت کرتا اور اس کو سزا دیتا۔

اس حدیث و روایت کے رواۃ سب ثقہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سزا دینا تو در کنار اس کو کچھ کہنا بھی پسند نہیں فرمایا، محض اس وجہ سے کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ اس بدوی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کا شرف حاصل ہے۔

یہ واقعہ بہت واضح دلیل ہے، کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ خیال و عقیدہ تھا کہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابیت ایسا شرف ہے کہ کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مروی ارشاد نبوی بتاتا ہے۔

’’ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ ‘‘[1].

---

۱) متفق علیہ.

بخدا آج اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے مد و نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو۔

اور یہ حدیث نبوی تو متواتر ہے:

" خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ "[١].

لوگوں میں سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں۔ پھر ان کے بعد والے (تابعین) پھر ان کے بعد والے تبع تابعین۔

اور بہز بن حکیم اپنے دادا کے واسطے سے ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں:

" أَنْتُمْ تُوفُونَ سَبْعِينَ أُمَّةً. أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللَّهِ "[٢].

تم سے ستر امتیں پوری ہوں گی، اور تم ان ستر امتوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ سب سے افضل ہو۔

اور بزار نے اپنی مسند میں ثقہ رواۃ کے واسطے سے روایت نقل کی ہے جس کو حضرت سعید بن مسیب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ارشاد نبوی ہے: " إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ، سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ "[٣]. بلاشبہ اللہ

---

١) متفق عليه من حديث عبد الله بن مسعود رضي الله عنه .

٢) رواه الإمام أحمد رحمه الله . وغيرهم بلفظ: تتمون .

٣) ٢٧٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِزْقِ اللَّهِ الْكَلْوَاذَانِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ - وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ - قَالا: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، ثنا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زَهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

تعالیٰ نے انبیاء ورسول کو چھوڑ کر سارے انسان وجن کے مقابلہ میں میرے صحابہ کو بہتر وافضل بنایا ہے"۔

سفیان ثوری نے نقل کیا ہے:

"قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى "[١]

اس آیت میں چنیدہ بندوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہی مراد ہیں۔

اس بابت روایات بہت ہیں ہم بس ان چند پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ کافی ہیں۔

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ، سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ لِي مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً - يَعْنِي: أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيًّا، رَحِمَهُمُ اللَّهُ، فَجَعَلَهُمْ أَصْحَابِي، وَقَالَ فِي أَصْحَابِي: كُلُّهُمْ. راجع كشف الأستار من زوائد البزار.

١) ٢٧-النمل/ الأية: (٥٩).